

فصل الخطاب

اقتباس: احادیث مقدسہ
بمعہ تشریح و توضیح

حصہ اول

انتخاب: صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للہی
نقشبندی مجددی قادری للہی، اللہ شریف، ضلع جہلم

يَلْفُو عَنِّي وَلَوْ آيَةً

فصل الخطاب

(حصہ اول)

انتخاب :- احادیث مقدسہ بمعہ تشریح و توضیح

صاحبزادہ محمد مظلوم الرسول نقشبندی مجددی قادری لدھی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ لدھی شریف (ضلع جہلم)

— به سعی —

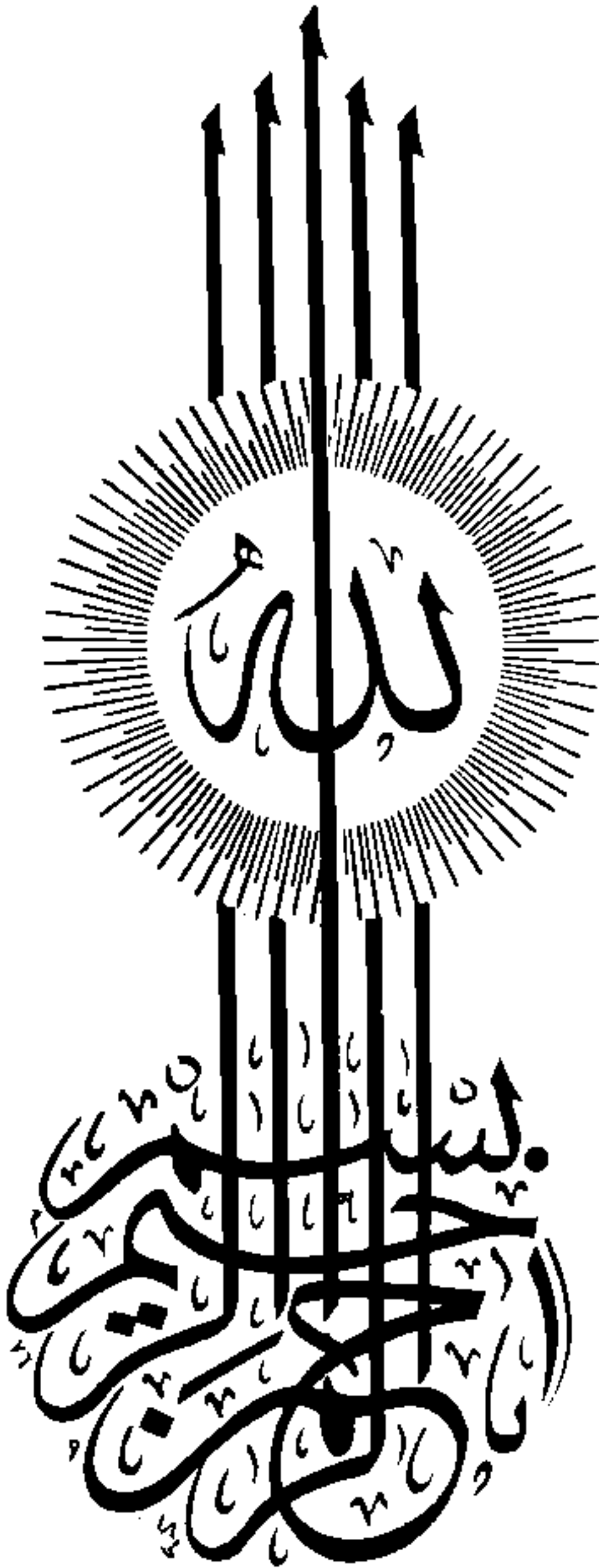
حافظ گلزار حسین نقشبندی لدھی شریف "جہلم"

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فصل الخطاب حصہ اول	نام کتاب
صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول لہی	مصنف
انتخاب احادیث مبارکہ	موضوع
محمود برادرز پرٹنگ پریس راولپنڈی	طباعت
ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی	کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر
۱۰۰۰ جنوری ۱۹۹۸	پہلا ایڈیشن
۵۰۰ اکتوبر ۲۰۰۱	دوسرا ایڈیشن
ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی	طباعت و نگرانی
۱۲۵ روپے	حدیث

ملنے کا پتہ

- ۱- دارالعلوم جامعہ مقبولیہ، مطلوبیہ، نقد شریف ضلع جہلم
- ۲- حافظ عبدالحلیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حیات النبی، لائن پارک چکوال



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى حَبِيبِكَ وَرَسُولِكَ
 أَطِيبِ الطَّيِّبِينَ أَطْهَرِ الظَّاهِرِينَ وَعَلَى آلِهِ
 وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

بمُصْطَفَىٰ بَرَسَاں خُویش رَا کہ دین همه اوست
 گر به او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

43	مال جمع کرنے کے صرف دو مقصد ہیں	۱۲
44	دنیا میں ابن آدم کا حق کیا ہے ؟	۱۳
46	سرور کائناتؐ کا چٹائی پر سونا اور جسم پر نشان لگ جانا	۱۵
48	سرور کائناتؐ کو بطحا وادی سونے کی بنا دینے کی پیشکش	۱۶
51	قیامت کے دن بندے سے پانچ سوالات پوچھے جائیں گے	۱۷
53	دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے دل میں حکمت آ جاتی ہے	۱۸
55	دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا	۱۹
56	حضورؐ انور نے فرمایا مجھے مال جمع کرنے کی وحی نہیں کی گئی	۲۰
58	جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے	۲۱
60	دنیا کا مال کس کا ہے اور جمع کون کرتا ہے	۲۲
61	حضورؐ انور کا امت پر خوف ، نفسانی خواہش اور لمبی امیدیں	۲۳
64	دو فرشتوں کی منادی جو انسان اور جن کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے	۲۴
66	میت جب قبر میں جاتا ہے تو فرشتے اور انسان کیا کہتے ہیں	۲۵
67	انسان میں چار خوبیاں ہوں تو کہنی حرج نہیں	۲۶
69	حضرت معاذ ابن جبل کو حضورؐ کی وصیت	۲۷
72	سینہ میں نور کے داخلہ کی نشانی	۲۸
74	جب کوئی بندہ کم بولتا ہے تو اس سے قرب حاصل کرو	۲۹
76	بت سے پریشان حال لوگ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ پوری کر دے	۳۰
78	حضورؐ فرماتے ہیں کہ تم کو ضغاء کی وجہ سے ہی روزی ملتی ہے	۳۱

80	جنت میں زیادہ تر فقراء اور جہنم میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی	۳۲
83	حضرت عمرؓ کا نبی کریمؐ سے سوال اور حضورؐ کا جواب	۳۳
86	انسان کو ہمیشہ اپنے سے کم تر کو دیکھنا چاہیے	۳۴
88	حضورؐ نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو	۳۵
91	نبی کریمؐ اور فقراء مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے	۳۶
93	دنیا مومن کا قید خانہ ہے	۳۷
94	حضرت بلالؓ اور حضورؐ کے تیس دن ایسے گزرے کہ کھانا نہ کھایا	۳۸
97	جس میں دو عادتیں ہوں وہ صابر اور شاکر ہے	۳۹
100	حضرت ابو ذرؓ کو کن سات چیزوں کا اپنے محبوب سے حکم ملا	۴۰
103	حضرت معاذؓ کو عیش پسندی سے منع کیا گیا	۴۱
105	جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوتا ہے	۴۲
106	مفلس اگر اپنے افلاس کو چھپائے تو اللہ حلال روزی دیتا ہے	۴۳
107	انسان بوڑھا ہو جاتا ہے جبکہ اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں	۴۴
109	بوڑھے کا دل دو چیزوں سے جوان رہتا ہے	۴۵
109	اللہ تعالیٰ بوڑھے بندے کو معزور رکھتا ہے	۴۶
111	انسان مال کا سخت حریص ہے	۴۷
113	حضورؐ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے	۴۸
115	وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر بھی لمبی ہو اور عمل بھی اچھے	۴۹
116	زیادہ عبادت والا شہادت یا شہید کا درجہ پالیتا ہے	۵۰
118	حضورؐ کا تین باتوں پر قسم کھانا	۵۱

121	موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق	۵۲
123	ساٹھ سال کی عمر والے کو بلاوا	۵۳
124	دو شہیدوں سے زیادہ بستر پر مرنے والے کی فضیلت	۵۴
127	قیامت کو لمبی عمر والے بھی عبادت کو تھوڑی سمجھیں گے	۵۵
129	دنیا ذلیل ہے ایک عجیب مثال	۵۶
130	مسلمان پر تعجب ہے ہر معاملہ میں	۵۷
132	اللہ پر توکل کا عجیب فرمان	۵۸
133	زہد و تقویٰ کا عجیب مفہوم	۵۹
136	ابن آدم کی سعادت اور شقاوت کیا ہے	۶۰
137	لوگ اگر جان لیں تو یہ ایک آیت ہی کافی ہو	۶۱
139	ایک بھائی کی دوسرے بھائی پر شکایت	۶۲
141	نبوت کا حوصلہ اور دل و جگر	۶۳
143	ریا کاری کا عمل	۶۴
144	مومن کے اچھے کام پر لوگوں کی تعریف کرنا	۶۵
145	نیکی کا دار و مدار نیت پر ہے	۶۶
147	انسان کے لئے شرگیا ہے	۶۷
149	تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے	۶۸
153	عبادت کرتے ہوئے اگر کوئی دیکھ لے تو کیا حکم ہے	۶۹
155	ریا کاری کا ہر کام شرک ہے	۷۰
156	خفیہ شرک کیا ہے	۷۱
158	عمل خالص کی عجیب مثال	۷۲

160	جنتی لوگ کون ہیں	۷۳
162	غرور و تکبر کی عجیب وضاحت	۷۴
164	کون سے تین آدمیوں پر اللہ کا غصہ	۷۵
166	تواضع کی تعریف	۷۶
168	بلاست اور نجات کا وضاحتی بیان	۷۷
170	مجلس اور کنگال کون ہے	۷۸
173	قیامت میں بدترین درجے والا کون ہوگا	۷۹
174	مظلوم کی بددعا کی مقبولیت	۸۰
175	خوش اخلاقی کا درجہ	۸۱
176	جھوٹی باتوں کی وضاحت - جھوٹ کیا ہے کیا نہیں	۸۲
179	محض اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کا درجہ	۸۳
181	ایک شخص کا سوال کہ قیامت کب آئے گی	۸۴
184	بعض بندوں پر انبیاء اور شہداء کا رشک کرنا	۸۵
187	اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے	۸۶
189	بندے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے کب جاتے ہیں	۸۷
192	دو لڑکیوں کی کفالت کا درجہ	۸۸
194	یتیم کی کفالت کرنے والا حضور کے ساتھ ہوگا	۸۹
195	تین جنتی اور پانچ دوزخی	۹۰
198	اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے	۹۱
200	جبرائیلؑ کی پڑوسی کے بارے میں وضاحت	۹۲
201	یوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام	۹۳

203	مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے	۹۳
205	اندھے کے لئے خوشخبری، یتیم کی کفالت کرنے والا جنتی اور حضورؐ کا مختار ہونا	۹۵
208	کسی کی غیبت کا دفاع کرنا کیسا عمل ہے	۹۶
209	بہترین ساتھی کون ہے	۹۷
211	نیکی اور برائی میں تمیز کیسے ہو	۹۸
212	حضورؐ انور کے وضو کا غسلہ (بچا کچھا) صحابہ کا اپنے اوپر ملنا	۹۹
215	دو عورتیں ایک جنتی دوسری جہنمی	۱۰۰
218	حضورؐ کا اچھے اور برے کی خبر دینا	۱۰۱
220	بہترین صدقہ کیا ہے	۱۰۲
221	ماں سے حسن سلوک	۱۰۳
224	والدین کی خدمت سے جنت کا حصول	۱۰۳
226	اپنے انساب کو یاد رکھنا اور رشتے جوڑنا	۱۰۵
228	صلہ رحمی کرنے والا کون ہے	۱۰۶
229	قرابت داروں کی بے رخی پر ان سے تعلق جوڑنا	۱۰۷
232	اگر ماں نہ ہو تو خالہ اس کی قائم مقام ہے	۱۰۸
234	والدین کی موت کے بعد ان کا حق	۱۰۹
237	والدین کے نافرمان کے لئے عجب عمل ان کی وفات کے بعد	۱۱۰
238	حج مقبول کا ثواب کیسے حاصل ہو	۱۱۱
240	فرمان رسولؐ کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں	۱۱۳
242	جو کسی کو کافر کہے اور وہ نہ ہو تو کفر اسی پر لوٹ آتا ہے	۱۱۳

243	نسب کسی کی فضیلت یا گالی کا سبب نہیں	۱۱۴
245	ایک صحابی سے حضور کا خوش طبعی فرمانا	۱۱۵
250	حضرت عائشہ کا حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا	۱۱۶
253	منہ پر تعریف کرنے کی مزمت	۱۱۷
254	غیبت اور بہتان میں فرق	۱۱۸
257	نخسہ آناہ کو شہرت دینا کیسا ہے	۱۱۹
258	اس دنیا میں جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا	۱۲۰
260	اللہ کی رحمت میں صرف اپنے کو شریک کرنا ناپسندیدہ ہے	۱۲۱
262	برے آدمی کے ساتھ حضور کا خندہ پیشانی سے پیش آنا	۱۲۲
265	اللہ کے بہترین اور بدترین بندے کون ہیں	۱۲۳
268	غیبت کا آثارہ	۱۲۴
270	ایک صحابی کا حضور سے قصاص طلب کرنا	۱۲۵
272	جو شہر کے زمانہ میں خلوت نشین ہو گا وہ پچاس صحابہ کے عمل کے برابر ثواب لے گا	۱۲۶
275	صحابہ کرام کا حضور کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا	۱۲۷
277	نماز فجر کے بعد اپنے مصلے سے دیر سے اٹھنا کیسا عمل ہے	۱۲۸
279	حیرا ایل کی مدد حضرت حسان کے ساتھ	۱۲۹
281	اپنے انجام کی خبر کسے ہے اس کی تشریح	۱۳۰
283	بی بی وجہ سے عورت عذاب میں مبتلا ہو کئی	۱۳۱
286	بندہ جس عقیدہ یا عمل پر مرے گا اسی پر حشر ہو گا	۱۳۲
288	فرمان نبوی کہ میں وہ کچھ دیکھتا سنتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے سنتے	۱۳۳

291	تقوی انسان کو عمل پر ابھارتا ہے	۱۳۳
294	حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے	۱۳۵
295	کون سے تین قسم کے لوگ سایہ عرش میں رہینگے	۱۳۶
296	جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں	۱۳۷
297	حضورؐ اور صحابہ کی کانفرنس جس میں جبرائیل اور اللہ بھی شریک ہونے	۱۳۸
300	قیامت میں سات لوگوں کو عرش کا سایہ ملے گا	۱۳۹
301	جبرائیل کی وصیتیں	۱۴۰
303	شیطان کے دوست اور دشمن خود شیطان کی زبانی	۱۴۱
305	حضورؐ کا خطبہ میں قیامت تک ہر چیز کا پتہ دینا	۱۴۲
308	آخر زمانہ میں فتنہ کا ظہور	۱۴۳
310	فتنہ کی نشانی آخر زمانہ میں قتل عام	۱۴۴
312	جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا حضورؐ کا فرمان	۱۴۵
314	جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا اس نے بیداری میں دیکھا	۱۴۶
316	ایک لٹناہ گار کا جنازہ سرکارؐ نے پرھایا اور جنت کی خوشخبری دی	۱۴۷
321	نجات ، ہلاکت اور درجات و کفارات کا بیان	۱۴۸
323	پانچ چیزوں کی توفیق ہو تو پانچ دوسری بھی مل جاتی ہیں	۱۴۹
324	اگر غیب کے دعویٰ کی فکر نہ ہوتی تو پانچ کو جنت کی بشارت دے دیتا	۱۵۰
326	عرض حال	۱۵۱

حرفِ آغاز

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

کوہستانِ نمک جہاں اس خطہ اراضی کے باسیوں کو بے پناہ معدنی دولت سے نواز رہا ہے اور اپنی جیسی نعمتِ عظمیٰ کے بے شمار چشمے ان کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس کے دامن میں دریائے جہلم کے شمالی کنارے پر واقع ضلع جہلم کا دُور افتادہ قصبہ بُتہ شریف (تخصیل پنڈ داون خان) میں نسبت نقشبندی سے مشرف ایک علمی و روحانی خانوادہ جسے چشمہ علم و تصوف کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مدت سے نشنگانِ علم و تصوف کی پیاس بجھا رہا ہے اور روحانیت کی ترویج اور مسلمانانِ خطہ کی فکری و علمی تربیت میں مصروف ہے۔ اپنی آبائی روایات کے نتیجے میں تواضع و خودداری، عزم و استقامت کے ساتھ خدمتِ دینِ متین اور خدمتِ خلق میں مشغول ہے۔ اس معروف علمی خانوادے میں تحقیقی و فکری شخصیات کی موجودگی جنہوں نے ملی علوم میں فضیلت اور روحانی اعتبار سے جس رفعت کو چھوا، وہ اس کے مقام کو ممتاز کرتی ہے۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے مردِ حق آگاہِ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی بٹھی قدس سرہ کا مزار آج بھی مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

اس خاندان کے چشم و چراغ صاحبِ سجادہ شیخ المشائخ حضرت صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہ العالی۔ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور قرآنی تعلیمات اشاعت و تبلیغ اور تصوف و علم کے انوار سے لوگوں کے قلوب منور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفر و الجاہل نے ابتدا ہی سے اسلامی تعلیمات کا پوری قوت سے مقابلہ کیا، لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا اندازِ فکر و عمل فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ صوفیاء کی تعلیم اور ان کی فکر عشقِ رسول ﷺ سے کس قدر لبریز ہے۔ کسی بھی اہلِ علم و تصوف سے مخفی نہیں۔

15 جولائی 1997ء کو موضع کھوکھر زیر میں زیارت و ملاقات شیخ المشائخ

قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین آستانہ علیہ اللہ شریف کے لئے گیا۔ دورانِ ملاقات حضرت قبلہ صاحب نے فرمایا کہ میں انتخابِ احلیث کی ایک کتاب مرتب کر رہا ہوں جس میں احلیث کی تشریح و تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے زیارت بھی کرائی اور کچھ احلیث اور ان کی شرح دکھائیں۔ ساتھ ہی مجھ ناچیز کو حکم دیا کہ مذکورہ کتاب کی تقدیم و تعارف لکھو۔ یہ محترم قبلہ حضرت صاحب کی نظر توجہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

میری کیا بساط کہ ان کی فکری، تحقیقی، علمی، اور فقہی نگارشات پر رائے

زنی کر سکوں۔ قبلہ حضور نے علمِ حدیث کے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ قارئین کو حدیثِ پاک کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احادیث کی جو شرح و تفسیر بیان کی گئی ہے وہ ایک عالم کی علمی کوشش نہیں بلکہ ایک عارف کی قلبی واردات کا تذکرہ ہے۔ آپ کی تحریروں کے مطالعہ کے بعد اکثر اہل علم حضرات نے اعتدال پسندی، اثباتی اور مدلل اندازِ تحریر کو پسند کیا۔ اور وادوی۔ میرے نزدیک یہ ایک انتہائی اہم کام ہے۔ اس مبارک اور جلیل القدر کام کے لئے یقیناً قبلہ حضور جیسے عظیم المرتبت افراد ہی کام آسکتے ہیں۔ جن کے ظاہر و باطن سے حضور ﷺ کی عقیدت و محبت کی معطر اور مطہر خوشبو آئے اور جن کی ہستی ایک عالم کے لئے مشعلِ راہ ہو اور زندگی کے ہر طبقہ فکر میں جن کے عقیدت و ارادت مند اپنے فکرو عمل کے ذریعے لوگوں کے قلوب و اذہان میں احادیثِ نبوی ﷺ کے فہم و ادراک کی روشنی اتارنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے وسیع حلقہٴ ارادت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی یہ بلند پایہ علمی و تحقیقی کوشش ایک روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

ربِّ کائنات سے میری دعا ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کے وسیلہٴ جلیلہ سے اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے (آمین)

حافظ عبدالخلیم نقشبندی

خطیب جامع مسجد حیات النبیؐ

لائسن پارک چکوال

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پُرسوز و درد مند قلوب، ذکرِ حبیب کو وصلِ حبیب سے کم نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک شروع ہی سے قرآن پاک اور حدیث شریف مرغوب ترین موضوعِ سخن رہے ہیں۔ دراصل عشاق کے لئے اپنے محبوب کے ذکر سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا چراغ حسن حسرت نے اسی لئے کہا تھا۔

اَوْ حَسَنِ يَارِ كِي بَاتِيں كَرِيں
زُلفِ كِي رُخسارِ كِي بَاتِيں كَرِيں

مولانا عبدالرحمن جانی نقشبندی قدس سرہ العزیز جن کو نبی کریم ﷺ کے عاشقِ صادق ہونے کی سند، تاریخی لحاظ سے، خود دربارِ رسالت سے ملی تھی ایک ہدیہ عقیدت میں کہتے ہیں کہ دراصل خوش قسمت مقلات تو وہ ہیں جہاں اس مقدس ترین ہستی ﷺ کے مبارک ذکر کی گونج برقرار رہے۔

خوشا مسجد و منبر و خانقا ہے
کہ دروے بود قیل و قیل محمدؐ

برادر مکرم جناب صاحب صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب نے برس برس سے حدیث پاک کی تدریس خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور الحمد للہ کہ متعدد طلباء علم کے اس چشمہ سے سیراب و فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن نہایت خوش آئند اور لائق تحسین امر یہ ہے کہ انہوں نے اس چشمہ فیض کو صرف درس و تدریس تک محدود رکھنے کا معمول ترک کر کے اس کا دائرہ وسیع تر کرنے کا پروگرام بنایا ہے چنانچہ انہوں نے عربی میں حدیث پاک کی ضخیم کتابوں سے براہ راست مستفیض ہونے کی سکت نہ رکھنے والے اصحاب کے لئے عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق کتب احادیث میں سے بعض احادیث کا انتخاب کیا اور زیر نظر تالیف میں متن کے ساتھ ان کا سلیس ترجمہ درج کرنے کے علاوہ وضاحت طلب مقلات کی تشریح و توضیح بھی کر دی۔

اس مستحسن کوشش سے ایک طرف انہوں نے ایک فراموش شدہ مگر بنیادی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر عامۃ المسلمین کی بیش بہا خدمت سرانجام دی تو دوسری طرف ذکر حبیب پاک ﷺ سے طمانیت قلب کا سلان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مقام میں ارتفاع کی کامیاب سبیل بھی پیدا کی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتب عشق کا دستور عام وساتیر سے ماوراء اپنی الگ روایات کا حامل ہے۔ اس میں سبق یاد کرنے والے کے نصیب میں چھٹی کہاں؟ شیخنا اس ذکر و افکار سے سوزِ عشق کا فزوں تر ہونا ایک فطری امر ہے اور پھر اس کی انتہا کسی کو بھی معلوم نہیں۔

”ارمغانِ حجاز“ میں حضرت علامہ نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اطہر میں پیش کیا اور نہایت درد آلود لہجہ میں عرض پرداز ہوئے کہ

”یا رسول اللہ ﷺ معلوم نہیں میرا دل کس کے رُخِ انور کی جلوہ افروزی کا قلیل ہے کہ اس کو کسی بھی پل چین نصیب نہیں۔ میں اس کو صحرا کی وسعتوں میں لے گیا تاکہ یہ تسکین پاسکے۔ مگر وہاں اسکی افسردگی میں اضافہ ہو گیا اور جب میں نے آبِ جو کی روانی سے اسے بہلانا چاہا تو یہ زار و قطار رو پڑا۔“

ندانم دل شہید جلوہ کیت
نصیب او قرارِ یک نفس نیست
بصرا بدم و افسردہ تر گشت
کنار آبِ جوئے زار بگریست

مقصود الرسول

بند شریف ضلعِ جہلم

(چکوال مورخہ 27 اگست 1997ء)

اِسْ مُحَمَّدِ بْنِ اِنْسَانِيَّتِ كَيْ نَامِ

جس کا وجود باوجود باعثِ تخلیقِ کائنات ہوا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وَابْيَضَ يَسْتَقِي الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
تِمَالِ الْيَتْمَى عَصْمَةً لِلْأَرَامِلِ

ابوطالب

وہ گورے مکھڑے والا

جس کے روئے زیبا کے

واسطے سے ابرو رحمت کی

دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔

وہ۔ یتیموں کا سہارا

وہ۔ یراؤں اور مسکینوں

کام پرست۔

بگیم دامنِ آن سیدِ لولاک در عشر

کہ عشر برتا بدیم حسن نیم تابش را

شبے درخانہ زبیر آن امام الانبیاء آمد

تضا گیرد نمائش را قدر گیرد رکابش را

مولانا گرامی

گزارشِ احوال

اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کا احساس دلا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اقوال و ارشادات سے خوشہ چینی کر کے عہد حاضر کے عَامَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ کو حضورؐ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔

اعلیٰ مقدسہ کی ضخیم کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کرنا آج کے اس مصروف دور میں عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اس سے اپنے قلوب کو روشنی اور اذہان کو جلا دے سکیں۔ آسانی کی خاطر نہایت ہی اختصار کے ساتھ میں نے بعض کتابوں سے خوشہ چینی کی اور چند فرمودات کو زیبِ قرطاس کیا۔

یہ ضرورت تو اپنے ہم مسلک بزرگوں اور رفیقوں کی طرح ہمیشہ میرے سامنے رہی لیکن اپنے متعلق یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ اس میدان میں کوئی مفید خدمت بھی سرانجام دے سکونگا، یہ جو کچھ میں تیار کر کے پیش کر سکا ہوں یہ محض توفیقِ الہی کا ظہور ہے اور اس بیکس نواز کی نظرِ عنایت ہے۔

پاسبانِ من عنایاتِ دے است

اور حقیقت یہ ہے کہ

کہاں میں اور کہاں یہ نگہتِ گل
نسیمِ صبحِ تیری مریانی

اس کتاب کے مطالعہ سے حضورؐ کے اقوالِ ذریں پر ایک اجمالی نظر ہو جاتی ہے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے حالات اس ترتیب سے سامنے آتے ہیں کہ دینی ذوق سے بہرہ ور حضرات یہ محسوس کرتے ہیں کہ گویا یہی ہماری ضرورت تھی۔ انشاء اللہ جب کسی اپنے بندے کو اللہ تعالیٰ مطالعہ کی توفیق دے گا تو وہ ایمان و کردار کی ایک نئی روح اپنے اندر محسوس کرے گا۔

یہ حصہ اول ہے، اس میں احادیثِ مقدسہ کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جو کہ مسلمہ شارحین کی آراء سے مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذرہ بمقدار کی کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ہدایت سے نوازے اور یہ ہماری نجات اخروی کا سلمان ہو۔ آمین

آخر میں حافظ گلزار حسین آف اللہ شریف کی ہمت و سعی کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر قسم کے قلمی اور ادبی تعاون سے میرے کام کو آسان کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

محمد مطلوب الرسول بلہی

اللہ شریف

25 ستمبر 1997ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حدیث: ۱

وَعَنْ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَاللَّهِ مَا اللَّهُ نِيَّافِي الْأَخِرَةِ الْأَمْثَلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدَكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمِ يَرُدُّجُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم، نہیں ہے دنیا، آخرت کے مقابل مگر ایسی جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لیکر لوٹی (مسلم)

تشریح:

آپ بست کم بن صحابی ہیں، حضور ﷺ کی وفات کے وقت بالکل نو عمر تھے مگر حضور ﷺ کا کلام شریف یاد رکھا اور روایت کیا، مصر میں قیام (اکمل، اشعۃ)

یہ فقط سمجھانے کے لئے ہے ورنہ قلنی اور متاہی کو باقی 'غیر قلنی سے وجہ نسبت بھی نہیں، جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل 'عارف کی دنیا تو کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا، پینا سونا، جاگنا، بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضورؐ کی سنت ہے۔ مسلمان اس لئے کھائے پئے، سوئے جاگے کہ یہ حضورؐ کی سنتیں ہیں۔

حیاء الدنیا اور چیز ہے، حیوة فی الدنیا اور چیز ہے اور حیاء لیلدنیا کچھ اور۔ یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لئے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیر کشتی کشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ مومن کا دل مل و اولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ و رسول ﷺ کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ (مرات)

رابع حضرت لہبی جب کسی کو خلافت سے نوازتے تو چند نصحیح کے ساتھ

یہ شعر بھی لکھ دیتے

نمی گویم کہ از عالم جدا باش
بہر جائیکہ باشی با خدا باش

ترجمہ۔ میں نہیں کہتا کہ دنیا سے جدا رہو۔ تم جہاں بھی رہو خدا کے ساتھ رہو۔

حدیث : ۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ نِيَّاسِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے 'فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت
(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

دنیا کے معنی ابھی عرض کر دیئے گئے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مُرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدنیا دین دار کو سارے شیاطین ملکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیا دار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے اور دین دار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے
مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لئے آخرت کی نعمتوں

کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگا آ۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے۔ اور کافر خواہ کتنی ہی تکالیف میں ہو مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے، وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے۔

لذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ (مرآت)

ایک روایت میں ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا، اے ابوذر رضی اللہ عنہما دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھنکارے کی جگہ۔ جنت اس کے رہنے کا مقام ہے۔ اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے، موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانہ۔ (مرقات)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اسے سخت و مشکل عبادات کا مکلف کیا جاتا ہے جب وہ مرجاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لئے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور کافر کے لئے جو بھی عیش و آرام ہے وہ دنیا میں ہے آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباسِ فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبیؐ سے یہ

حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو۔ اس عالم نے جو اب دیا کہ جب میں مرجاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے تو مجھے محسوس ہو گا کہ یہ دنیا میرے لئے قید خانہ تھی اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہو گا کہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۳

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَ لَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بَسَطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَّا فُسُوهَا كَمَا تَنَّا فُسُوهَا وَ تَهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ (مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ) سُكُوتٌ بَابِ الرَّفَاقِ

ترجمہ:

روایت ہے کہ حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے، خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا ہوں لیکن میں

تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے، جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس میں رغبت کر جاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے، اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح۔

عمرو بن عوف انصاری صحابی ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

یہ فرمان ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے، جو حضورؐ نے صحابہ کرام کی سکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی، یعنی تمہاری یہ فقیری عارضی ہے، عنقریب تم غنی ہو جاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں۔ امیری میں خطرہ ہے کہ اس میں فتنے بہت ہیں۔

حضور انور ﷺ کا یہ فرمان صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر و طغیان سے محفوظ رکھا۔ وہ حضرات بادشاہ و امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں، حضرت عمرؓ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا، پنہے ہوئے کپڑے دھو کر انہیں میں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا۔

حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں۔

وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے۔ رہیں انکی آپس کی جنگیں، وہ دنیا کے لئے نہ تھیں۔ دیکھو کتاب ”امیر معاویہ“ مصنف مفتی احمد یار خاں نعیمی ”مجموعاتی“ لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بہک گئے ہوں۔ (مرأت)

حدیث : ۲

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَّبِعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ إِثْنَانِ وَيَبْقَى مَعَهُ وَاحِدٌ
يَتَّبِعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ
وَيَبْقَى عَمَلُهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) شُكُوهُ كِتَابِ الرِّفَاقِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے اعمال جاتے ہیں تو اس کے گھر والے اور مال تو لوٹ آتے ہیں اور اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

یعنی بعد مرنے قبر تک تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں۔ دو بے وفا

جو مُردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں۔ ایک وفادار ساتھ رہتی ہے۔

گھر والوں سے مراد بل بچے، عزیز و اقارب، دوست آشنا، جو دفن و نماز جنازہ میں شرکت کرنے جاتے ہیں۔ بل سے مراد اس کے غلام اور باندیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے بُرے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کئے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے لہذا حدیث واضح ہے۔

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بُرے اعمال شفاعت، بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں وہ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں جس پر مولیٰ رحم کرے۔ حضور انورؐ جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے۔

”قبرِ اعمال کا صندوق ہے یا دورخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری۔ اسی لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا بلغ“ (مرأت)

یہاں شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ہر میت موت کی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اسکے عمل اس پر پیش ہوتے ہیں اس کے ساتھ باقی رہنا کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ نیک و صالح ہے تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ اور اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ نے آسان کر دیا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے، کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ حدیث میں کافر کے متعلق آتا ہے کہ اس کے پاس بد صورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا عمل ہوں۔ (تفہیم البخاری)

حدیث : ۵

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ مَالٌ وَارِثُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِمَّا أَحَدُ الْأَمْوَالِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ قَالٍ وَارِثِهِ قَالِ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالٌ وَارِثُهُ مَا أَخَّرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو' صحابہ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا مال ہی زیادہ پیارا ہے' اپنے وارث کے مال سے 'فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے' اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے۔

(بخاری، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو اور میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں۔ میں فقیر کنگل۔ اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔
(اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جائے وہ اعمال بن گیا۔ اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال و ارثوں کے لئے مال ہوا۔

خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا۔ پھر اللہ و رسول کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔ (مرأت) قدم فرما کر اشارتا "ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی و تندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے۔ یہ بُرا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ و خیرات کیا کریں گے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

حدیث : ۶

رَوَى عَنْ مُطَرِّبٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ الْهَلْكَمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَا لِي مَالِي قَالَ وَهَلَكَ بَابُنْ آدَمَ إِذَا كَلَّتْ فَأَحْنَيْتَ أَوْ لَبِئْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) شكوة كتاب اليرباق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت مطرف سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نبی کی خدمت میں آیا، حضور اﷺ التَّكَاثُرُ تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے، مگر جو تو کھا کر ختم کر دے، یا پہن کر گلا دے یا خیرات کر کے آگے بڑھا دے۔ (مسلم)

تشریح:-

آپکا نام مطرف ابن عبداللہ ابن ثخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں، آپ کے والد صحابی اہل بصرہ سے ہیں۔ بڑے عالم فقیہ اور متقی تھے۔ یہ نماز کے علاوہ تلاوت تھی آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی ہوس نے غافل کر دیا۔ اسی فکر میں زندگی گزار رہے کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار۔ اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے، کپڑا پہن کر اسے گلا دے اگر بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرنے کے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں دوسروں کے ہیں۔ اس لئے جب اللہ نیا کپڑا یا نیا جو تارے تو فوراً استعمال شروع کر دے ختم ہو جانے پر اللہ اور دے گا۔



حدیث : ۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے کہ امیری زیادہ مال و اسباب سے نہیں لیکن امیری دل کی غنا سے ہے -

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

دل کی غنا سے مراد قناعت و صبر، رضا بر قضا ہے۔ حریص مالدار فقیر ہے

قناعت والا غریب، امیر ہے۔

تو نگری ز بحال است نزد اہل کمال

کہ مال طالب گور است بعد ازاں اعمال

ہو سکتا ہے کہ غنی النفس سے مراد کمالات روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے

دولت مند اس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں۔ دیکھ لو داتا گنج بخش اور خواجہ

اجمیری کے آستانے۔ (رضی اللہ عنہما) مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کو

غناء نفس کا کمال حاصل ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجِبَارِ فِينَا
فَانِ الْمَالُ يَفْنَى عَنقَرِيْبٍ
لِنَا عِلْمٌ وَلِلْجَهَالِ مَالٌ
وَإِنِ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ
(مرات)

قناعت کی وضاحت:- جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر

حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہذا وہ غنی نہیں۔ غنی تب ہوگا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جائے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے نیاز رہے۔ آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکام خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی طرف ہر درجہ کے محتاج ہیں۔

خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جدوجہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے۔ اسلام اور اسلام کے احکام کی اشاعت و تبلیغ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی، وطن کی آزادی اور بقاء و استحکام، زراعت، صنعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دھن میں عین اسلامی تقاضہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:- **وَإِنَّكُمْ إِلَّا عُلُوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** - (آل

مران) اگر تم کامل مومن رہے تو تم ہی سب سے پر فائق رہو گے۔ نیز

مَآيَا " وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطٍ

لَخَيْلٍ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ - (انفال) کفار سے

مقابلہ کے لئے جس قدر بن پڑے قوت حاصل کرو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (باندھو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش و عشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر و ترقی دین اسلام کے غلبہ کے لئے مصروف عمل رہنا، عین منشاء اسلام ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گزاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب و روز سادگی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا۔ (شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث بالا کی شرح میں صاحب تفسیم البخاری علامہ غلام رسول رضوی لکھتے

ہیں کہ مال میں خیریت لذاتہ نہیں بلکہ اس کے متعلق اعتبار سے ہے اگرچہ اس کو خیر کہا جاتا ہے اسی طرح زیادہ مالدار آدمی لذاتہ غنی ہو تو اس کی غناء مال کو واجبات مستحبات اور دیگر نیک امور میں صرف کرنے پر موقوف نہ ہوتی اور اگر وہ لذاتہ فقیر ہوتا تو مال کے تم ہونے کے خطرہ کے پیش نظر وہ خرچ کرنے سے رُک جاتا۔ وہ درحقیقت صورت اور معنی کے اعتبار سے فقیر ہے اگرچہ مال اس کے ہاتھ میں ہو کیونکہ وہ اس مال سے دنیا و آخرت میں نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات یہ مال اس کے لئے وبال ہوتا ہے۔

(تفسیم البخاری از علامہ غلام رسول رضوی)

حدیث : ۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَا بَنِ أَدَمَ تَفَرَّغْ
لِعِبَادَتِي أَمَلًا صَدْرُكَ غَنِيٌّ وَأَسَدُ فُقْرِكَ وَإِنْ
لَا تَفْعَلْ مَلَاتُ يَدُكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدِّ فُقْرَكَ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ حَاجَةَ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا
سینہ غناء سے بھر دوں گا اور غریبی دور کر دوں گا۔ اگر تو یہ نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ کام کاج
سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند نہ کروں گا۔

(احمد ابن ماجہ)

تشریح :-

یعنی تو اپنا دل میری عبادت و اطاعت کے لئے خالی رکھ۔ ”دست بہ کار دل
بیار“ پر عمل کر فراغت دل کے ہی معنی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کاروبار نہ کر خود
بھی بھوکے مرو اور بچوں کو بھی مارو۔ دل کی دنیا دوسری ہے اگر اس پر عمل نصیب
ہوگا تو انشاء اللہ کمائی میں برکت ’دل میں فراغت نصیب ہوگی۔ اگر اس طرح نہ

کر سکے وہ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہوگا۔
اس کا انجام وہ ہے جو حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔

اگر تو نے اپنے دل کو دنیا کی فکروں میں ہی لگا دیا تیرے دل میں دنیا اتر گئی
تو تو کام کرے گا زیادہ، فکر کرے گا زیادہ، ملے گا وہی جو تیرے مقدر میں ہے تو
مالدار ہو کر بھی فقیر ہی رہے گا۔ دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ اس کے ذکر
سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ
حضرت سلیمان پر ملک مال علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا۔ رب
نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے۔ (مرقات)
اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جائے گی۔ کسان دانہ کے لئے کاشت
کرتا ہے بھوسا خود ہی مل جاتا ہے۔ بندہ مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے۔

ویرزقہ من حیث لا یعتسب - (مرآت)

کار ساز یا فکر کار یا فکر مادر کار یا آزار ما

ترجمہ:- ہمارا کار ساز ہماری فکر میں ہے، اپنے متعلق اپنی فکر برا دکھ ہے۔

حدیث :- ۹

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ الْأُودِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعْظُهُ إِغْتِنِمُ خَمْسًا
 قَبْلَ خَمْسِ شَبَابِكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتِكَ قَبْلَ
 سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فُقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ
 وَحَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مُشْكُوَّةُ كِتَابِ الرِّقَاقِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت عمرو بن میمون اودی سے 'فرماتے ہیں' فرمایا رسول
 اللہ ﷺ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں
 سے پہلے غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو بیماری سے پہلے تندرستی کو فقیری
 سے پہلے غناء کو اور مشغولیت سے پہلے فرصت کو اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔

(ترمذی) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح :-

اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے عمرو بن میمون کو بعض
 نے صحابی کہا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے زمانہ میں اسلام لائے مگر
 زیارت نہ کر سکے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔ (اشعۃ)

اغتنام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کر لینا۔ یعنی ان چیزوں سے کچھ کمائی
 کر لو۔ بار بار یہ مواقع نہیں ملتے۔ لہذا صحت جوانی مالداری فراغت اور زندگی کو

رائگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کر لو کیونکہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں۔ باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتی، کبھی کبھی آتے ہیں۔ لہذا اسے غنیمت جانو۔ (مراعت)

حدیث: - ۱۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار (ہوشیار) رہو، دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو رب سے قریب کر دے اور عالم کے اور طالب علم کے۔

تشریح:-

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو چیز اللہ و رسول سے غافل کر دے وہ دنیا ہے

یا اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہو وہ دنیا ہے۔ بال بچوں کی پرورش، غذا،

لباس گھروغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے - دنیا نہیں ہے - (مرآت)

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں - اللہ کے ذکر سے مراد

ساری عبادات ہیں - وَالْآبَاءُ بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب

لہذا جملہ کے چار معنی ہیں - وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کر دیں -

یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے - یا جو ذکر الہی سے قریب کر دے یا جو

ذکر اللہ کے تابع ہے یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے - (اشعۃ اللمعات)

یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء و طلباء اگر چہ دنیا میں ہیں مگر دنیا

نہیں ہیں - یہ تو اللہ کے محبوب ہیں -

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت، ہر سعادت کا سر ہے جیسے

بدن کے لئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لئے ذکر اللہ لازمی ہے - ذکر اللہ

سے دنیا کی بقاء زمین و آسماں کا قیام ہے - (مرقات)

جب ذاکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آ جائے گی - (مرآت)

ذکر اور سرمایہ ایمان بود ہر گداز ذکر اور سلطان شود

حدیث :- ۱۱

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ

بِعُوضَةٍ مَّا سَقَى كَافِرًا مِّنْهَا شَرِبَةً - (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

وَالْتِرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت بہل بن سعدؓ سے فرماتے ہیں - فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اگر دنیا اللہ کے نزدیک پھھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کا پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔ (احمد ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح:-

یعنی اگر دنیا کی قدر و منزلت پھھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دی جاتی۔ کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی۔ دنیا کے معنی ابھی گذشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔ (مراءت)

مولانا روم فرماتے ہیں:-

چہست دنیا از خدا غافل بدن نے معاش و فقر و فرزند و وزن

حدیث:- ۱۲

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذُنُوبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيكُمْ يَأْفِسِدَا لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَ

الشَّرَفُ لِدِينِهِ -

(زَوْهُ التِّرْمِذِيِّ وَالدَّارِمِيِّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے، فرماتے ہیں وہ اپنے والد سے راوی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دئے جائیں وہ ان بکریوں کو زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا انسان کے حرص کرنے سے مال و عزت پر اس کے دین کو۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح :-

نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں، مگر یہ دونوں بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں۔ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا۔ اپنے عزیز و اقارب کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے۔ پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلاف اسلام ہیں۔ جیسا کہ آج ممبری، وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ (مرآت)

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ریاکار مرنے کے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا کسی نے پوچھا وہ کیسے، فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازے میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو۔ ریا مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ (مرقات)

حدیث : - ۱۳

وَعَنْ أَبِي هَاشِمٍ بْنِ عْتَبَةَ قَالَ عَهْدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ جَمْعِ أَلْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ بْنِ عْتَبَةَ بِالذَّالِ بَدَلَ الْقَاءِ وَهُوَ تَصْعِيفٌ -

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہاشم بن عتبہ سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا۔ فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کے لئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مصباح کے بعض نسخوں میں بجائے "ت" کے ہاشم بن عتبہ وال (د) سے ہے اور یہ غلط ہے۔

تشریح :-

آپ کا نام شہید ابن عتبہ ہے۔ کنیت ابو ہاشم ہند بنت عتبہ کے بھائی اور

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں ہیں کیونکہ ہند امیر معاویہ کی والدہ ہیں۔

آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ نے شام میں قیام رکھا۔ آپ کی وفات خلافت عثمانی میں ہوئی۔ آپ بڑے عالم فقیہ و صالح تھے۔ آپ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے روایات لیں۔ (مرآت مرقات وغیرہ)

فرمایا کہ یہ غلام اور گھوڑا بھی اللہ ہی کے لئے ہوں۔ محض خواہش نفسانی کے لئے نہ ہوں۔ ان سے دینی کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہوں دنیاوی کام مقصود بالتبع ہوں۔ لہذا اگر بادشاہ اور امراء، غلام یا گھوڑے اس نیت سے رکھیں کہ ضرورت پڑنے پر یہ مجاہدین، غازیوں میں تقسیم کر کے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے کیونکہ نیت اچھی ہے۔ اس فرمانِ عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دو چیزوں کے سواء اور کچھ پاس رکھو ہی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بلا ضرورت چیزیں نہ رکھو۔ گویا مومن اس مصرعہ کی تفسیر ہوں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

نوٹ :- یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ

عتبہ کو عتبد لکھا ہے۔ بجائے عت کے در سے۔ (مرآت)

حدیث :- ۱۲

وَعَنْ عُمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ
يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يَوَارِي بِهِ عَوْرَتَهُ وَجِلْفٌ الْخُبْزِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا سوائے ان اشیاء کے اور چیز میں حق نہیں ہے۔ وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔ (ترمذی)

تشریح:-

یعنی ان تین چیزوں کے سوائے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ قیامت میں ان تینوں کا حساب نہ ہوگا۔ ان کے سوائے اور چیزوں کا حساب ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

پھر اس دن تم سے ہر نعمت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ یہاں نعیم سے مراد عیش و عشرت کی چیزیں ہیں۔

خیال رہے شخصی زندگی قانی ہے قومی زندگی باقی ہے، لہذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لئے معمولی سامان اختیار کرے۔ قومی اور دینی زندگی کے لئے قیامت تک کا انتظام کرے۔ حضور ﷺ نے قومی و دینی زندگی کے لئے ممالک فتح فرمائے مگر اپنی ذات کے لئے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا۔ یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے۔

بوریا ممنون خوابِ راحتش

تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش

گھر میں بقدرِ ضرورت گھر کا سامان داخل ہے۔ روٹی میں سالن شامل ہے
پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہے کیونکہ ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ حضور ﷺ
نے دودھ لسی وغیرہ نوش فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم فرماتے ہیں۔

وَمَا هِيَ إِلَّا جُوعَةٌ قَدْ سَدَدَتْهَا

وَكُلَّ طَعَامٍ بَيْنَ جَنْبِي وَاحِدٌ

آج بھی بعض سیاسی پارٹیاں روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ تو لگاتی ہیں مگر
غریب پاکستانیوں کو یہی تین چیزیں مہنگی ملتی ہیں۔ (مرآت)

حدیث: ۱۵

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَامَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَدْ أَثَّرَ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ ابْنُ
مَسْعُودٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلُ
فَقَالَ مَالِي وَالدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِلَّا كَوَاكِبٍ
اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا - (رَوَاهُ
لِتْرِمِذِي وَابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے پھر اٹھے اس حالت میں کہ چٹائی نے آپ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا۔ تب ابن مسعود نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ ہم کو آپ اجازت دے دیتے کہ ہم حضور ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا کرتے اور سب انتظامات کر دیتے تو فرمایا! مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں، مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے، پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے۔

(ترمذی ابن ماجہ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح:-

اس وقت جسم اطہر پر قیص نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے گئی چٹائی پر آرام فرماتھے۔ غالباً کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی۔

بوریا ممنوں خوابِ راحت

تاج کسریٰ زیرِ پائے امتش

یہاں لو شرط کے لئے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لئے ہے یعنی کاش کہ

دستور ﷺ ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے، تو ہم پر ہر قسم کے آرام کا انتظام کر

دیتے یعنی اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر۔ حضور ﷺ کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

وَتَرَكَهَا یعنی سوار جتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھوتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے۔ ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا۔ ان سب سے لاتعلق ہو گئے۔

اگر ہم کو حضور ﷺ چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ دنیا میں اگر سورج نہ ہو تو دنیا اندھیری ہو جائے۔ اگر روح بدن میں نہ رہے تو بدن محض ایک گوشت کا ٹوٹھڑا رہ جائے۔

اگر جڑ درخت کو چھوڑ دے تو سوکھ جائے۔ اگر حضور ﷺ دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔ (مرآت)

حدیث: ۱۶

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بُطْعَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلَكِنْ أَشْبِعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا فَإِذَا جُعْتُ تُضَرِّعُنِي إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَإِذَا شَبِعْتُ

حَمْدُكَ وَشَكَرُكَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا، یا رب نہیں۔ لیکن میں ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں، تو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں، تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد کروں اور شکر کروں۔ (احمد ترمذی)

تشریح:-

یعنی رب تعالیٰ نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں ایک یہ کہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں، پتھروں، کنکروں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ دوسری یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے، کسی اور کا اس پر قبضہ نہ ہو۔ بطحاء کہتے ہیں اس میدان کو جس میں کنکر پتھر، پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین۔

خیال رہے یہاں اللہ نے حضور سے مشورہ فرمایا تھا، آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس کو سونا کر دیں۔ مشورہ میں اختلاف کا حق ہوتا ہے، ماننا لازم نہیں ہوتا۔ اسی لئے سرکار نے عرض کیا نہیں۔ یہ نہیں بھی بارگاہِ الہی میں

مقبول ہوئی۔ اس نہیں پر ہزار ہا ہاں قربان ہوں۔ معنوی طور پر اللہ نے وہاں سونا بنا دیا ہے اب زمین حجاز میں سونا ہی نکل رہا ہے۔ حضورؐ خود سونے کی کان۔ لاکھوں حجاج آپ کے دم سے وہاں پہنچتے ہیں اور کروڑوں روپے وہاں اہل مکہ کو دے آتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے لہذا آیت کریمہ **أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ** الخ۔ **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا** حضورؐ کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتیں ورنہ یہ حدیث اس کے خلاف ہوگی۔

یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک بن گیا تو صرف بندہ شاکر بنوں گا مگر مسکینیت میں صابر بھی ہوں گا اور شاکر بھی۔ لہذا امیری پر فقیری کو ترجیح دینا ہوں۔ معلوم ہوا آپؐ کی امیری، غریبی اختیار ہے ہماری طرح بے اختیاری نہیں۔ انبیاء کرامؑ کی موت بھی اختیار ہوتی ہے اور بوقتِ وفات ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ دیکھو موسیٰؑ سے فرمایا گیا کہ بیل کی کھل پر ہاتھ پھیرو جتنے بیل ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بیل ایک سال زندگی اور۔

ہمارے آقا کو بھی اختیار دیا گیا جب حضورؐ نے عرض کیا۔ **اللَّهُمَّ أَنْتَ الرَّفِيقُ الْأَعْلَىٰ** تب آپ کو وفات دی گئی۔

حدیث : ۱۷

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ
خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ
وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ
فِي مَا عِلْمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)
مشکوٰۃ کتاب الرقاق -

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
راوی، فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں
کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی،
اس کی جوانی کے متعلق کہ کاپے میں گزارا، اسکے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا
اور کاپے میں خرچ کیا اور اس میں کیا عمل کیا جس کا علم دیا گیا۔ (ترمذی نے فرمایا
یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

یعنی بروز قیامت پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر انسان بارگاہِ الہی سے نہیں

ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اگر ان میں نکل گیا تو جنت میں چلا گیا۔

اگرچہ عمر میں جوانی بھی آگئی تھی، مگر چونکہ جوانی میں نیک و بد اعمال زیادہ کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو جوانی میں عبوت کرے گا وہ عرشِ الہی کے سائے میں ہو گا۔ اسے میدانِ قیامت کی گرمی نہ پہنچے گی۔ جوانی کی عبوت بہت قدر والی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سپاہی کے مراتب اور عہدے جنگ کے زمانہ میں بڑھائے جاتے ہیں۔ امن کے زمانہ میں کچھ نہیں ہوتا۔ گویا جوانی کا زمانہ نفس سے جنگ کا زمانہ ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہٴ پیغمبری است

وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

مال کے متعلق دو سوال ہونگے۔ ایک یہ کہ کہاں سے کمایا۔ حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے۔ دوسرا یہ کہ کس مقام پر خرچ کیا۔ اطاعت میں یا معصیت میں۔ مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہو جائے۔ اگر بارش کا پانی پر مالہ سے نہ نکلا جائے تو وہ چھت توڑ دیتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی کہ ان سے حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہو گا کہ تم عالم تھے یا جاہل، اگر تم نے کہا عالم تو حکم ہو گا کہ اپنے علم پر عمل کیا کیا؟ اور اگر تم نے کہا جاہل تھا تو فرمایا جائے گا کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا۔ علم سے مراد علم دین ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ علم دین سیکھے اور نیک عمل کرے۔

تَفْقَهُوا فِي الدِّينِ - دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔ (مرأت)

حدیث : ۱۸

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَا هَدٍ فِي الدُّنْيَا إِلَّا أَنْبَتَ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فِي قَلْبِهِ وَأَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهُ وَبَصَّرَهُ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَاءَ هَا وَدَوَاءَ هَا وَأَخْرَجَهُ مِنْهَا سَائِلِمًا إِلَى دَارِ السَّلَامِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل

میں حکمت اُگا دیتا ہے اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے اور اسے دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا۔
(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

مرقات کے مطابق یہاں زہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔ اگرچہ لاکھوں کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا ہو تو وہ زہد ہی ہے۔ بعض شارحین کے مطابق حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔ یعنی ایسے آدمی کو اللہ ربُّ العزت چند نعمتیں عطا فرماتا ہے اس کے دل میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹیں گے۔ علاوہ ازیں اس کی زبان پر تاثیر ہوگی۔ اس کے منہ سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی۔

یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کے عیوب معلوم ہوا کریں گے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کر لیا کرے گا۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

یعنی انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا۔ اسکا حال اسکے برعکس ہوگا۔
(مرأت)

حدیث : ۱۹

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ مِنْ أَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْمَاءِ إِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوا
لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَذَلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا
يُسَلِّمُ مِنَ الدُّنْيَا (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ
ﷺ نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔
لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ - فرمایا یوں ہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ
نہیں رہتا۔
(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتّٰ ارقاق)

تشریح:

نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اسکے
پاؤں نہ بھیگیں۔ پاؤں ضرور بھیگیں گے۔

یہاں دنیا دار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔ محبت دنیا تمام
گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر
دے ' دنیا صفر ہے۔ آخرت عدد ہے۔ اگر صفر اکیلا ہو بغیر عدد کے تو خالی ہے۔ اگر

عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ ابو جہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ۔ حضرت سلیمانؑ و حضرت عثمان غنیؓ کی دنیا دین کے ساتھ تھی، لہذا نیکیوں کی جڑ تھی۔

اللہ تعالیٰ ابو جہل و قارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے۔ حضرت

عثمانؓ کے خزانہ سے عطیہ دے۔

حدیث : ۲۰

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ تَقِيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَالْكُرْنَ مِنَ التَّاجِرِينَ وَلَكِنْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ يَسْبَحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَأَبُو نَعِيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ) مَشْكُوهُ كِتَابُ الرِّقَاقِ -

ترجمہ:

حضرت جیر بن تقیر سے ارسالاً "راویت ہے" فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول

اللہ ﷺ نے مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مل جمع کروں اور تاجروں میں

سے ہو رہوں لیکن مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اپنے رَبِّ کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوؤں اور اپنے رَبِّ کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تم کو موت آ جائے۔
(شرح سنہ، ابو نعیم فی الحلیہ بروایت ابی مسلم)

تشریح:-

جیر بن تقیر قبیلہ بنی حصرم سے۔ خلافتِ صدیقی میں ایمان لائے۔ ۵۷ھ میں وفات پائی۔ حدیث مُرسل کیونکہ جیر تابعی ہیں۔

فرمایا میری زندگی کا مقصد تجارت اور مال جمع کرنا نہیں۔ میری زندگی کا مقصد تبلیغِ نبوت اور اللہ کی اطاعت ہے اپنے پاس بقدرِ ضرورت مال رکھنا یا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضورؐ فتحِ خیبر کے بعد ازواجِ پاک کو سال بھر کا خرچ عطا فرمادیتے تھے۔ یا یہ کہ حضورؐ نے تجارت اور بکریاں چرائی ہیں۔ ظہورِ نبوت کے بعد رسولؐ نے چیزیں خریدی ہیں، فروخت بھی کی ہیں۔ مگر وہ سب چیزیں عارضی تھیں۔ لہذا عثمان غنیؓ یا دوسرے صحابہؓ کا تجارتیں کرنا، مال جمع کرنا ممنوع نہ تھا۔ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادتیں کیسے ممکن ہوں۔ کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہو جانا کچھ اور۔

اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح، نماز اور ہر ممکن عبادت کا حکم ہے یقین سے مراد یقینی چیز یعنی موت ہے۔ خدا کرے مرتے دم تک کوئی نماز،

ذکر اللہ، مسجد کی حاضری، تکبیرِ اولیٰ، نوافل کوئی چیز نہ چھوٹے۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عین الیقین یا حق الیقین ہے۔ بعض مفسرین کے مطابق تسبیح و نماز تو عبادات ہیں اور **وَاعْبُدْ رَبَّكَ** میں عبودیت کا حکم ہے۔ عبادت اور عبودیت میں بڑا فرق ہے عبادت آسان مگر عبودیت مشکل۔ اللہ نصیب کرے۔ ابو مسلم خولانی بڑے زاہد، عابد و عالم تھے اور تابعین میں سے ہیں۔ آپنے صدیق اکبرؐ عمر فاروقؓ سے ملاقات کی۔ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ (مرات)

حدیث : ۲۱

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يَبَارِكْ لِلْعَبْدِ فِي مَالِهِ جَعَلَهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق .

ترجمہ:

- روایت ہے حضرت علیؓ سے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال کو پانی

(بیہقی)

اور مٹی میں لگا دیتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ خلیفہ چہارم تھے۔ بڑے سیاسی، زاہد، عابد، عالم، متقی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پہلے خلفاء ثلاثہ کے مشیر اور آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ الزہراءؑ کے خاوند، حسنین کریمین کے والد گرامی اور خیر کے فاتح آپ ہی ہیں۔

یعنی یہ کہ بلا ضرورت عمارتیں بنانا۔ انکے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے دل میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے تو اسے مکانات بنانے گرانے کا شوق دے دیتا ہے۔ اس کی بد قسمتی دیکھو کہ اللہ و رسول کی راہ میں خرچ کرنے، حق والوں کے حق ادا کرنے کا اسے خیال تک نہیں آتا۔ وہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو، یہ بناؤ، ضروری عمارات جیسے مسجد، ضرورت کے مکان اور دکانیں اس حکم سے خارج ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ لاکھوں روپے کے خرچ سے بنائی، حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ پر بہت کثیر رقم خرچ کی۔

(مرأت)



حدیث : ۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ الدُّنْيَا دَارٌ مَن دَارَ مِنْهَا دَارَ لَهُ وَمَا مِنْ لِمَا لَهُ وَ
 لَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَأَعْقَلَ لَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ
 كِتَابُ مَشْكُوتِ الرَّقَاقِ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ رسول اللہ

ﷺ سے راوی 'فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال

ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

(احمد بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

حضرت عائشہؓ اصحاب المؤمنین سے، صدیق اکبرؓ کی بیٹی، نبی پاکؐ کی

بیوی، آپ کی رخصتی ہجرت کے بعد عمل میں آئی۔

یہاں دار سے مراد عیش و عشرت کا گھر ہے یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہی

سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ

اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کر لو، پھر یہ نہ ملے

(مرقات)

گی۔

مولانا فرماتے ہیں۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتی است

مصطفیٰؐ فرمود دنیا ساعتی است

مال سے مراد حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے۔ یہ مال حقیقت میں مال نہیں زرا و بیل ہے، یعنی دنیاوی حرام مال کو وہ مال سمجھتا ہے جس کے نصیب میں حلال مال نہیں۔ تم ایسے نہ بنو۔ مومن اس مال کو راہ خدا میں خرچ کر کے آخرت سنبھالتا ہے۔

یعنی عاقل آدمی دنیاوی عیش و آرام کے لئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کے لئے جمع کرتا ہے۔ عاقل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے۔ (مرأت) حضرت میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ غفلت شعار انسان لذاتِ قانیہ کے چکر میں پھنس کر معاصی کے گرداب میں جا پڑتا ہے۔

۔ دل آگاہ سے پیدا و گرنہ گدا ایک لحظہ بے نام خدا نیست

حدیث : ۲۳

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ أَخْوَفَ مَا اتَّخَوْفُ عَلَى أُمَّتِي الْهَوَىٰ وَطُولُ الْأَمَلِ

فَأَمَّا الْهَوَىٰ فَيُضِدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي
 الْآخِرَةَ وَهَذِهِ الدُّنْيَا مَرْجَلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهَذِهِ الْآخِرَةُ
 مَرْجَلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهَا بَنُونَ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ
 أَنْ لَا تَكُونُوا مِّنْ بَنِي الدُّنْيَا فافعلُوا فَإِنَّكُمْ الْيَوْمَ فِي
 دَارِ الْعَصَلِ وَالْحِسَابِ وَأَنْتُمْ عَمْدًا فِي دَارِ الْآخِرَةِ وَلَا
 عَمَلَ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ) مَشْكُوتَةٌ كِتَابُ الرِّقَاقِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ نے
 کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں زیادہ خوفناک نفسانی
 خواہش ہے اور لمبی امید، لیکن نفسانی خواہش تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی
 امید تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جا رہی ہے اور یہ آخرت
 کوچ کر کے آرہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے بچے ہیں۔ اگر تم یہ کر سکو
 کہ دنیا کے بچے نہ بنو تو ایسا کرو، کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب
 نہیں، اور تم کل آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہوگا۔

(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

یعنی جو دل چاہے وہ کرے، قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر بڑی ہے بڑھاپے میں نیک عمل کر لوں گا۔ ان دونوں دھوکوں میں عام لوگ گرفتار ہیں۔ نفس اور شیطان گناہ تو جلدی کراتے ہیں، نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں کہ ابھی عمر بہت ہے پھر کر لینا۔ نفسانی خواہش سے مراد وہ خواہشات جو خلاف اسلام ہوں۔ ان کی پیروی کرنے والا ظاہر ہے اللہ و رسول کی اطاعت نہ کرے گا۔ آخرت یاد آتی ہے جب موت سامنے ہو انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ جب دل میں خیال یہ ہو کہ ابھی سو دو سو سال مجھے موت نہیں آئے گی تو وہ آخرت کی تیاری کیسے کرے گا۔ فرمانِ علی برحق ہے جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں تب سے دنیا جا رہی ہے اور آخرت آرہی ہے، ہر سانس آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ لوگ بڑی دھوم دھام سے سالگرہ مناتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ زندگی کا ایک اور سال غفلت میں گزر گیا۔

غانفل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے مُنادی

خالق نے تری عمر کی ایک سانس گھٹا دی

معلوم نہیں دنیا کب ساتھ چھوڑ دے اور آخرت کب آجائے۔ یہاں

بچوں سے مراد تلخ، محکوم، زیر فرمان، راکب و راغب، یعنی بعض دنیا کے طالب اس

میں راغب، بعض آخرت کے طالب اس میں راکب۔ دونوں کی طلب نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں متضاد ہیں یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا۔ جو چاہو عمل کر لو مرنے کے بعد وقت نہ ملے گا۔ وہاں صرف حساب ہو گا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ آج تم اپنا حساب خود کرتے رہو۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں لہذا فرمانِ عالی بالکل برحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف اور صرف زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ صدقاتِ جاریہ میں سب کام زندگی میں ہو سکتا ہے۔ ہاں اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۲۴

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ إِلَّا وَبِجَنِّيَّتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلَمُّوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَا قُلَّ وَكَفَىٰ خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاللّٰهُمَّ (رَوَاهُ أَبُو نَعِيمٍ فِي الْحَلِيَّةِ) شُكْرًا لِّكِتَابِ الرِّقَاقِ -

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو وریاء سے ' فرماتے ہیں ' فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں۔ پکارتے ہیں سوائے جن و انس کے ساری مخلوق کو سُناتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے

تشریح

اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں اور ہر جگہ طلوع کے وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب یہاں دوپہر کا وقت ہوتا ہے تو دوسری جگہ صبح چونکہ دن نکلنے وقت لوگ کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوتا ہے۔ جن و انس کے سوا ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے۔ ان دونوں فرشتوں کا کلام حضورؐ کے ذریعے ہمیں سنایا جا رہا ہے جس طرح رب نے اپنا کلام بندوں کو حضورؐ کے ذریعے سنایا تاکہ ان دونوں گروہوں کا ایمان بالغیب رہے کہ ایمان بالغیب پر ہی سزا و جزاء ہے اور اسی پر

دار و مدار ہے۔ دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔ کام کاج میں مشغول ہو کر رب تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ۔ ہاتھ کار میں ہو، دل یار کے ساتھ ہو، ہر وقت اس کے دروازے پر رہو۔ رب فرماتا ہے کہ **فَقَرُوا إِلَى اللَّهِ** گناہ گار ہو تو اس کے دروازے پر آؤ۔ نیکو کار ہو تو بھی اس کے دروازے پر آؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں۔

جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو، انسان کی حاجت پوری کر دے۔ اسے پا کر انسان رب سے غافل نہ ہو جائے۔ وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور رب تعالیٰ سے غافل کر دے کہ وہ تھوڑا مل اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ زیادہ مل اللہ کا عذاب ہے۔ علم کا بھی یہی حل ہے کہ بقدر ضرورت علم جو خدا رسی کا ذریعہ ہو، اس زیادہ علم سے بہتر ہے جو رب تعالیٰ سے غافل کر دے۔ عالم کو متکبر بنا دے۔ یاد رہے کہ فرشتے یہ بات درحقیقت جن و انس کو سنتے ہیں مگر ہمارے حضور کی معرفت سے ان تک پہنچاتے ہیں۔

حدیث : ۲۵

رَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ قَالَ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ
قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُو آدَمَ مَا خَلَّفَ
رَبِّهَاهُ الْكِبِيهَتْقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيْمَانِ (مشکوٰۃ کتاب الرزاق)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں۔
 فرمایا جب مردہ جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟ اور انسان کہتے ہیں کہ
 کیا پیچھے چھوڑ گیا۔ اسے بیہوشی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح

میت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے، یعنی مرتے وقت اس کے وارثین تو
 چھوڑے ہوئے مل کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جا رہا ہے اور وہ فرشتے جو
 اس کی روح قبض کرنے کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ اس کے اعمال و عقائد کا
 حساب لگاتے ہیں کہ جیسے اس کے عمل ہوں ویسے ہی فرشتے، اسی طرح نیک اعمال
 والے کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں جبکہ بدکار کو عذاب کے فرشتے۔ (مرآت)

حدیث : ۲۶

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ
 مَا فَاتَكَ اللَّهُ نِيًّا حِفْظُ أَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيثٍ وَحُسْنُ

خَلِيقَةٍ وَعِيفَةٍ فِي طَعْمَةٍ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ شُعْبِ
الْإِيمَانِ) شُكْرَةُ كِتَابِ الرِّقَاقِ -

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں تو تجھ پر حرج نہیں کہ دنیا تجھ سے الگ رہے۔
امانت کی حفاظت بات کی سچائی۔ اچھی عادت کھانے میں پاکدامنی

(احمد بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا کر دے مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو
تو پرواہ نہ کر، یہ چاروں نعمتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان
نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے لہذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے۔ جسے یہ
توفیق مل جائے انشاء اللہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ اچھی عزت والا انشاء
اللہ بہت عزت پاتا ہے۔ جو اپنے حلق کو حرام کمائی سے اور زبان کو حرام بات سے
محفوظ رکھے وہ بندہ انشاء اللہ مقبول الدعاء ہوتا ہے وہ جو رب سے مانگتا ہے پالیتا
ہے۔ تجربہ شاہد ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ سچی بات، حلال روزی، عبادتوں کی
اصل ہے۔

حدیث : ۲۷

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ يُؤْصِيهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هَذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هَذَا وَقَبْرِي فَبِكِي مُعَاذُ جَسَعًا الْفِرَاقَ رَسُولُ اللَّهِ شَمَّ الْكُفَّةَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِبَنِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا (رَوَاهُ أَحْمَدُ) شُكْرًا كِتَابُ الرِّقَاقِ -

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت معاذ بن جبل سے، فرمایا جب انہیں رسول اللہ نے یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے اور جناب معاذ سوار تھے اور رسول اللہ پیدل چل رہے تھے ان کے کپاہ کے نیچے، تو جب فارغ ہوئے فرمایا! اے معاذ ممکن ہے کہ تم اس سل کے بعد مجھے نہ ملو۔ غالباً تم اب میری مسجد اور میری قبر پر سے گزرو، تو معاذ

رسول اللہؐ کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے پھر حضورؐ واپس ہوئے تو اپنا چہرہ پاک
مدینہ کی طرف کیا پھر فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب ترین لوگ پرہیزگار ہیں
جہاں بھی ہوں۔

(احمد)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں، معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حسب
معمول انہیں الوداع کرنے ثنیۃ الوداع تک گئے۔ معاذؓ سوار، جبکہ حضورؐ پیدل چل
رہے تھے۔ سنت یہی ہے کہ مہمان کو الوداع کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ
جاؤ۔ اس عمل سے اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرماتا ہے۔ یہاں لَعْنًا شُكِّكَ
لئے نہیں بلکہ یقین کے لئے جیسے رب فرماتا ہے لَعَلَّ اللّٰهُ يُحَدِّثُ بَعْدَ
ذٰلِكَ اَمْرًا" یا فرمایا لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ۔ وقبری میں "و" معنی مع ہے
یعنی میری قبر پر آؤ گے جو اسی مسجد میں ہوگی (مرقات)

اس فرمان میں پانچ غیبی خبریں ہیں۔ ۱۔ ہم عنقریب وفات پا جائیں گے۔ ۲۔ ہماری
وفات مدینہ میں ہوگی۔ ۳۔ ہماری قبر مسجد نبویؐ میں ہوگی۔ ۴۔ معاذؓ ہمارے بعد
وفات پائیں گے۔ ۵۔ حضرت معاذؓ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے۔ یہ پانچوں
باتیں علومِ خمسہ سے ہیں۔ یہ ہے ہمارے نبیؐ کا علمِ غیب۔ یہ خیال کر کے روئے

کہ میں حضور انورؐ سے اب ہمیشہ کے لئے الوداع ہو رہا ہوں، آج بھی مدینہ منورہ سے نکلنے وقت جو حالت تجلج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

فرماتے ہیں، میں آگے روانہ ہوا، حضورؐ واپس مدینہ کی طرف پھرے تو با آواز بلند فرمایا جو میں نے بھی اپنے کانوں سے سن لیا۔ آپ نے تسلی کے لئے فرمایا۔ اس فرمان کے چند مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو۔ تقویٰ اختیار کرو جہاں بھی ہو گے میرے قریب ہی رہو گے۔ ۲۔ تاقیامت مسلمان تقویٰ کے ذریعے مجھ سے قریب ہو سکیں گے۔ زبان، وطن اور قومیت ہم سے قریب کرنے کے لئے کافی نہیں۔ قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے اور حضورؐ کے پاس ارادت کے قدم سے پہنچو۔ ہم صرف مدینہ میں نہیں بلکہ عشاق کے سینہ میں رہتے ہیں۔ ۳۔ میرے متصل جو خلیفہ ہوں گے (حضرت ابو بکرؓ) وہ میرے بہت ہی قریب ہوں گے۔ تم ان کو دیکھ لیا کرتا۔ ان کے رخسار میں میرا جمل دیکھو گے۔

(اشع از مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مرقات از ملا علی قاری حنفی)

بعض حضورؐ کے قرابت دار مکہ میں رہ کر بھی حضورؐ سے دُور رہے جیسے ابو لہب وغیرہ۔ بعض دُور رہ کر حضورؐ سے قریب رہے جیسے اویس قرنیؓ وغیرہ۔ تقویٰ بہت قسم کا ہے جیسا تقویٰ ویسا حضورؐ سے قُرب۔ اللہ تعالیٰ قُربِ محمدیؐ

نصیب فرمائے۔

(مرات)

چوری بکوائے دلبر سپار جانِ مضر
کہ مہلا پارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

حدیث : ۲۸

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ النُّورَ إِذَا دَخَلَ الصَّدرَ انْفَسَحَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَتِلْكَ مِنْ عِلْمٍ يُعْرِفُ بِهِ قَالَ نَعَمْ التَّجَافِي مِنْ دَارِ الْفِرْوَورِ وَالْإِنَابَةَ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالْإِسْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِكُمْ (دَوَاهُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقائک

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو

سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے یہ نور پہچانا جاسکے۔ فرمایا ہاں، دھوکہ کی جگہ سے دور رہنا، دائی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ہدایت سے مراد ہدایتِ خاص ہے جس کے ساتھ خیر کی توفیق مل جاتی ہے۔ عام ہدایت تو رب نے ساری مخلوق کو فرمائی۔ ہدایتِ عامہ کے لئے انبیاء تمام انسانوں کے لئے بھیجے۔ (مرأت)

اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے تو عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان تمام سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں آتا ہے کہ میں نہ تو زمین و آسمان میں ساتا ہوں بلکہ میں تو مومن کے سینہ میں ساتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

من نہ گنیم در زمین و آسمان

بلکہ سے گنیم بقلبِ مومن

یہ اس نورانی مومن کا سینہ ہے، اس نورِ قلبی کی تین علامتیں ہیں۔ ۱۔ دنیا سے دل نہ لگانا۔ ۲۔ آخرت سے دل لگانا۔ ۳۔ دنیا میں اعمالِ صالح کرنا۔ دنیا کو دارالغرور اس لئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوا بہت ہے حقیقت کچھ نہیں۔ جیسے صحرا یا تھور دور سے

پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں رست یا (کلر) تھور ہوتا ہے۔ یا جیسے پانی کا بلبلہ کہ دیکھنے میں بہت ابھرا ہوا مگر اندر کچھ نہیں۔ دنیا سے پادشاہوں، امیروں، وزیروں نے دھوکہ کھایا کہ بہت کچھ جمع کیا بڑی محنت و مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس الٹی آگئی۔ آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکہ۔

یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت سلیمان کی دنیا انہیں دھوکہ نہ دے سکی کیونکہ ان کی دنیا آخرت کی کھتی تھی کہ اس سے انہوں نے رب کو راضی کر لیا۔ دنیا ان کے لئے دار الغرور نہیں بلکہ دار السرور تھی وہ شاد شاد آئے، شاد شاد رہے، شاد شاد چلے گئے۔

وہ موت بلکہ علامات موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں۔ ریل آنے سے پہلے سلمان تیار رکھتے ہیں۔ موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے اس کے آنے سے پہلے سلمان تیار کر لو۔ آنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔

(مرات)

حدیث : ۲۹

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ خَلَدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْدًا فِي
الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلْقَى الْحِكْمَةَ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو خلد سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا
کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں
دی گئی ہیں۔ تو ان سے قرب حاصل کرو کیونکہ اسے حکمت دی جاتی ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:

ابو خلد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک ان کا نام
عبدالرحمن ہے حق یہ ہے کہ ابو خلد صحابی ہیں۔ یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتا ہے۔
ذکر اللہ اور شریف اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ ذکر اللہ وغیرہ تو عبادت ہے۔
اللہ کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد علم با
عمل ہے۔ بعض کے نزدیک شریعت و طریقت کا اجتماع حکمت ہے۔ حدیث شریف

میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چٹے جاری ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت اکیر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ حقیقت میں ایسا مسلمان ناب نمبر وارثِ رسول ہے۔ (مرقات)

حدیث : ۳۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ اشْعَثْ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) شَكْوَةٌ بِأَبِ فِضْلِ الْفَقْرَاءِ

ترجمہ:

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے پر آگندہ بل دروازوں سے نکالے ہوئے۔ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ انہیں بری کر لے۔ (مسلم)

تشریح:

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے

ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے۔ اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارا نہ کرتا۔ رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔

(مرأت)

فرمانِ علی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تو یہ کر دے تو رب تعالیٰ ضرور کر دے گا۔ یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب سے۔ ۲۔ یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کر دے۔ مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرا بیٹا ہو گا یا رب کی قسم آج بارش ہوگی تو رب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لئے یہ کر دے۔ بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں حضور کہہ دو کہ تیرا بیٹا ہو گا تو مقدمہ میں کامیاب ہو گا۔ اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(اشعۃ للمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت غوث بہاء الحق ملتانیؒ اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ۔ اللہ کی قسم آج بارش ہو جائے گی میں

بارش کرا دوں گی۔ (فہرست القرآن از مفتی احمد یار نعیمی)

۔ ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

حضرت مولانا مفتی محمد امین محدث اعظم مدظلہ فیصل آبادی اس واقعہ کے راوی ہیں کہ میرے بھائی ڈاکٹر محمد شریف کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی ڈاکٹر اور طبی معائنہ والے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ رابع حضرت ٹیپیؒ جو اُنکے مرشد تھے پوچھا کہ ڈاکٹر آپکی کوئی اولاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ جناب کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی کوئی امید ہے تو حضرت نے فرمایا! نہیں اولاد تو ضرور ہونی چاہیے۔ بس یہی الفاظ کام کر گئے اور سال بعد اللہ تعالیٰ نے انکو بیٹا عطا فرما دیا جو آج بھی اللہ کے فضل سے بقید حیات ہے۔

حدیث: ۳۱

وَعَنْ مَصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا
عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ (رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ) (مشکوٰۃ باب نقل الفقراء)

ترجمہ

روایت ہے حضرت معب بن سعد سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے سے بچوں پر بزرگی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کئے جاتے ہو اور روزی دیئے جاتے ہو۔ (بخاری)

تشریح

صاحب مرقات ملا علی قاری حنفی اور صاحب اشعہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق حضرت معب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہما، حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے۔ (رضی اللہ عنہم) ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

شارح مشکوٰۃ صاحب مرآت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص بڑے ملدار، سخی اور بہادر تھے۔ ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر ماجر صحابی سے افضل ہوں۔ آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضورؐ نے یہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہما کا یہ خیال بطور شکر ہو گا نہ کہ بطور فخر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لئے یہ ارشاد ہوا۔ فرمایا

اے سعد رضی اللہ عنہ تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت، قوت، فتح، فقراء کی برکت سے ہے۔ وہ تم حضرات کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں اس سے تو تسل ثابت ہوا۔ (مرآت)

فقراء مسلمین بندوں کے لئے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے۔ ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۲

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَأَطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَكْرَاهَةٌ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ

دیکھے اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر باشندے عورتیں دیکھیں۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:-

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس رات تو حضورؐ جنت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی۔ یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ (مرأت)

کیونکہ حضرات انبیاء کرامؑ کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے۔

آج بھی دیکھ لو علماء و حفاظ وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے

ہیں۔ اب بھی مساجد میں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں۔ امیروں کے

لئے کلج، سینما، کھیل تماشے ہیں۔ فرمانِ علی بالکل برحق ہے۔ (مرأت)

چونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوند بلکہ

گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں اور عورس ناشکری، بے صبری زیادہ کرتی

ہیں۔ عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال

لتی ہے۔ بچے کا پہلا سکول ماں کی گود ہے۔ جنت و دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہو

کا مگر حضورؐ کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرما لیا۔ ہمارے خواب و خیال سے بھی

زیادہ تیز حضورؐ کی نگاہ شریف ہے۔ ہم خواب و خیال سے اگلی آئینہ چیزیں دیکھ

لیتے ہیں۔ (مرأت)

یہاں صاحبِ تفصیح البخاری لکھتے ہیں کہ مہلب نے کہا کہ عورتیں اس لئے دوزخ میں زیادہ ہوں گی کہ یہ اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ عورتیں جنت میں اس لئے کم ہوں گی کہ ان میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ غورتیں جلد ہی بے دین لوگوں کے دھوکہ میں آجاتی ہیں جو ان کی خواہش کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کو آخرت کی توجہ دلائے تو اس طرف کان تک نہیں دھرتیں اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور فقراء جنت میں اس لئے زیادہ ہوں گے کہ ان کو اتنا مل میسر نہیں ہوتا جس کے سبب وہ بد اعمالیوں کی طرف مائل ہو سکیں کیونکہ اکثر کثرت اموال معاصی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ سید عالمؑ نے فقر کے فتنہ کی شر سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس کی شر کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ اگر فقر شر سے خالی ہو تو اس کی بہت فضیلت ہے۔ سرکارِ دو عالمؑ نے فرمایا **الْفَقْرُ فَخْرِي** اسی طرح **غناؤ لمارت** کے فتنہ کی شر سے آپؐ نے پناہ چاہی ہے۔ لمارت کا شر انسان کا دل سخت کر دیتا ہے اور وہ جو رو استبداد پر آمادہ ہوتا ہے اگر سوال کیا جائے کہ جنت میں کوئی بھی کنوارا نہ ہو گا۔ ہر ایک جنتی کی کم از کم دو بیویاں ہوں گی اور دوزخ میں ان کی کثرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ کی شفاعت سے پہلے عورتیں دوزخ میں زیادہ ہوں گی اور ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہونے کی تقدیر پر جنت میں زیادہ ہوں

کی۔ (کذا اقل العلماء)

علامہ رضوی کہتے ہیں کہ میری رائے میں جواب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کی دو بیویاں حورِ عین سے ہوں گی اور وہ یقیناً "جنت میں ہوں گی۔ یہاں دنیاوی عورتوں کا ذکر کہ وہ دوزخ میں زیادہ ہوں گی کیونکہ وہی دنیاوی زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہی فساق کے دھوکہ میں جلدی آ جاتی ہیں اور اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ جنت کی عورتیں تو شوہروں سے محبت کریں گی ان کا ناشکری کرنا غیر متصور ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ

(تفہیم البخاری)

حدیث : ۳۳

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالٍ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُشَكِّئًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشُوهَا لَيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فليُوسِّعْ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسَّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَقَالَ أَوْ فِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَوْلَيْكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ طِيْبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ أَمَّا

تَرْضَىٰ أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَاٰ آخِرَةُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
شکوہ باب فصل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تنکوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور منگے آپ کی کروٹ میں اڑ کر گئے تھے۔ چڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھل سے تھا۔ میں نے کہا! یا رسول اللہ! رب سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت پر وسعت فرما دے کیونکہ فارس و روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کے لئے دنیاوی زندگی میں ان کو نعمتیں دے دی گئیں۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا انکے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے

(بخاری، مسلم)

تشریح

حصیر چٹائی رمل کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی۔ ان پتوں کو اردو میں منگے کہتے ہیں۔ یہ ہے حضور کی سلامہ زندگی۔ نکیہ کا غلاف چڑے کا جس میں کھجور کی نرم چھل یعنی کھجور درخت کا نرم گودا تھا۔ اس عرض و معروض میں غالباً امت کا ذکر زائد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرمادے مگر بے ادبی کے خوف

سے امت کا نام لیا۔ یعنی حضورؐ آپکی امت اس فقر و فاقہ میں آپکی پیروی نہ کر سکے گی۔ یہ دعا کریں کہ اللہ ان پر دنیا وسیع کرے۔ انہیں عیش و عشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ جوابِ علی سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضورؐ کی امت پر آپؐ کے صدقے دنیا بہت فراخ ہوئی تمام دنیا کے پادشاہ مسلمان بنا دیئے گئے۔ تاریخ والے جانتے ہیں۔

بوریا ممنون خوابِ راحتش
تلج کسریٰ زیرِ پائے اُمّتش

عرض کی کہ روم و فارس کے پادشاہ کافر ہیں۔ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ وہ عیش و آرام میں ہیں۔ حضورؐ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حضور کا عیش و آرام ان سے زیادہ چاہیے۔ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں تم جیسا پختہ لور درست رائے والا کوئی ہی ہو گا تم بھی یہاں دھوکہ کھا گئے اور قیصر و کسریٰ کی عیش و عشرت والی زندگی کی آرزو ہمارے واسطے کرنے لگے۔ اس لئے یہاں ابن خطاب کے خطاب سے یاد فرمایا۔ نام نہ پورا۔ ابن خطاب فرماتے ہیں میں بھی عجیب ناز و انداز ہے۔ فرمایا ان کفار کو دنیاوی عیش و آرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے کہ وہ اس کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ کفر و فسق کے باوجود نعمتیں ملنا اللہ کا ان پر عذاب ہے۔ فرماتے ہیں کفار کے لئے صرف دنیا ہو۔ ہمارے لئے آخرت بھی ہو۔ صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے جو مل و دولت آخرت

کا گوشہ جن جائے وہ دین ہے لہذا اس حدیث پاک کی بنا پر دولتِ عثمانی پر اعتراض نہیں ہو سکتا وہ دولت تو عین دین تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بعد میں حضور ﷺ کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے بانٹی۔ اب بھی ہم سب حضورؐ کے آستانہ سے پل رہے ہیں بہر حال حدیث پاک بالکل واضح ہے کہ مومن کی دنیا اور کافر کی دنیا کچھ اور ہے۔

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک قضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور
(مرآت)

حدیث: ۳۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مل و اعضاء میں

برائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۔

(مسلم و بخاری، مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فوراً ایسے کو بھی دیکھ لو جو صحت و دولت میں تم سے کم ہو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ شیخ سعدی شیرازی گلستاں میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا جو تاسفر کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ نیا خرید نہ سکتا تھا۔ میں لوگوں کو جوتے پہنے دیکھ کر رو رہا تھا۔ اسی دوران میں شہر کی جامع مسجد پہنچا وہاں ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پاؤں نہ تھے اور وہ چوڑوں سے گھسٹ رہا تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور سجدہ میں گر کر شکرِ باری تعالیٰ کرنے لگا۔ یہ ہے اس حدیث پاک پر عمل۔ اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل نصیب کرے۔ آمین اور مسلم شریف میں اس طرح عبارت ہے۔

قال انظر والی من هو السفل منکم ولا تنظرو والی من هو فوقکم فهو اجدر ان لا تزدر و انعم اللہ علیکم

یعنی فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی قدری نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو۔ اگر تم بھگت نہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں

دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں مگر افسوس صد افسوس ہمارے معاشرہ میں تو الٹی گنگا بہ رہی ہے۔ مل و دولت والے کو معزز شہری جبکہ نمازی اور دیانتدار کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مرات)

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی کہتے ہیں کہ اگر ایسے شخص کو دیکھو جو دنیاوی ناز و نعمت میں اس سے بلند پایہ ہے تو اسے ایسے شخص کو بھی دیکھ لینا چاہئے جس سے یہ بلند پایہ ہے۔ تاکہ بلند پایہ کو دیکھ کر اللہ کی نعمت کا کفران نہ کرے بلکہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں دنیاوی مل و متاع، خوبصورتی اور اولاد وغیرہ کو دیکھے تاکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائے اور خوش ہو لیکن جس کا تعلق آخرت سے ہے وہاں اس کو دیکھے جو اس سے دین داری میں بلند پایہ ہے تاکہ فضائل حاصل کرنے میں راغب ہو۔

(تفہیم البخاری)

ہدیش : ۳۵

وَعَنْ أَبِي الدَّارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ ابْغُونِي فِي ضِعْفَائِكُمْ فَإِنَّمَا تَرْزُقُونَ أَوْ تَنْصُرُونَ
بِضِعْفَائِكُمْ (رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ) مَشْكُوهٌ بَابِ نَضْلِ الْفَقَرِ

ترجمہ

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے رلوی -
 فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی
 اور فتح دیئے جاتے ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں ضعفاء سے مراد وہ صالح مومن جن
 میں کبھی شیخی نہیں ہوتی۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مومنوں میں تلاش
 کرو۔ میں ان میں ملوں گا۔ ڈھونڈنے سے مراد ہے کہ ان فقراء و مساکین کی
 خدمت کیا کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔

یہاں اشۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حدیث
 قدسی ہے کہ میرے ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔ مجھے وہاں طلب کرو۔ میری
 رضا ضعفاء کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ (اشۃ)

یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا ہے کہ حضورؐ روحانی توجہ سے تو
 ہر دم ان مقبولوں کی محفل میں رہتے ہیں مگر کئی دفعہ جسما و صورتاً بھی ان
 مجالس میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

صاحبِ مرات فرماتے ہیں کہ ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی شخص اجنبی
 نظر آئے تو ضرور اس سے مصافحہ کریں۔ ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار
 ہو۔ جبرائیل امین شکلِ انسانی میں بارگاہِ رسالت میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السلام

مختلف انسانی سکھوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ سرکارِ دو عالم اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم نے حضرت شاہ عبدالعزیز کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف میں شرکت فرمائی۔ مجلس میں ایک بزرگ آئے۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ مجھے حضور نبی کریم نے حکم فرمایا کہ آج عبدالعزیز کا ختم ہے ہم وہاں جا رہے ہیں اور مجھے کسی اور مقام کو جانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی لئے مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے۔ بس اتنا فرمایا اور غائب ہو گئے۔ (فتاویٰ عزیزیتہ مقدمہ ص ۳۳ فارسی عبارت کا ترجمہ)

عرس بزرگان، میلاد شریف کی مجالس اور بزرگانِ دین کی زیارات میں شرکت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ شاید حضور کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔ آخرت میں حضور کے ملنے کے تین مقام ہیں۔ حوضِ کوثر، میزانِ عمل اور صراط۔ جبکہ دنیا میں آپ کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجالس۔ ان سے دُوری اللہ و رسول سے دُوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں شوی دُور از حضورِ اولیاء۔ ایں چنیں دہل دُورِ عشتی از خدا

یہاں اشعہ نے فرمایا کہ رلوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ترزقون فرمایا یا تنصرون فرمایا۔ بہر حال مطا یہ ہے کہ ضعفاء میں قطب اور لوتار

ہوتے ہیں جن سے نظامِ دنیا قائم ہے۔ اگر یہ رہیں تو دنیا رہے۔ مثلاً خیمہ چوب

اور صلب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے۔ آسمان کا خیمہ ان

بزرگوں سے قائم ہے۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۶

وَعَنْ أُمِّيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُسَيْدِ بْنِ عَزِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ
بِصَعَائِكَ الْمُهَاجِرِينَ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ)

ترجمہ

روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبد اللہ ابن اسید سے وہ نبی کریم ﷺ سے
راوی ہے کہ حضور فقراء و مہاجرین کے توسل سے فتح ملتے تھے۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تفسیر

امیہ بن خالد کو بعض محدثین صحابی کہتے ہیں مگر آپ تابعی ہیں ثقہ مکی
یا مدنی ۸۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (مرات)

چنانچہ حضور انورؐ جہلو میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْنَا
عَلَى الْاَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِكَ الْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ یعنی اے اللہ ہماری
دشمن پر نصرت فرما۔ اپنے مہاجر فقیروں کے حق سے جو تیرے بندے ہیں۔ اگرچہ
سرکارِ دو عالم ﷺ خود سب کے وسیلہ عظمیٰ ہیں مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے
دعا مانگنا یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعاء کرنا سنتِ
رسولؐ ہے اور افضل بندے اپنے نیک خدام کے وسیلہ سے دعا کریں۔ صرف نیک

اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں۔ (مرأت)

اس حدیث پاک کو بہت طرح سے قوت حاصل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا أَلْفَ مَرَّةٍ

سے یہ فقراء مومنین نکل جاتے تو ہم کفار کو عذاب دے دیتے۔ پتہ لگا کہ کفار کا عذاب سے بچے رہنا فقراء مومنین کی برکت سے ہے۔

ابن ابی شیبہ طبرانی نے امیہ ابن عبد اللہ سے روایت کی کہ کان

بِصَعَالِيكَ الْمُسْلِمِينَ۔ امیہ ابن خالد صاحبِ مکتواۃ کے

نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ ہیں۔ یہ کی مرسل

حدیث قبول ہے۔ (مرقات)

مندرجہ ذیل آیت و حدیث وسیلہ اولیاء کے لئے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق

گر ملک باشد سیاہ گردد ورق

بقول علامہ اقبالؒ

۔ اسی میں دیکھ مضمحل ہے کمالِ زندگی تیرا

کہ جھکو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کرے



حدیث : ۳۷

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسُنَّتُهُ وَإِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسُّنَّةَ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کا جیل خانہ اور اس کی قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے۔ (شرح سنہ، مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

جس طرح جیل میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔ اسی طرح مومن کا دنیا میں دل نہیں لگتا اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تکلیف اور بات ہے اور دل نہ لگنا کچھ اور۔ مثل کے طور پر قحط سالی میں انسانوں کو ذلت، قلت اور تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہے یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکلیفیں، ناکامیاں اور مصیبتیں ہی

انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں۔ عیش و آرام میں غفلت جب کہ تکلیف میں بیداری ہوتی ہے۔

مومن کو آخرت میں اس قدر آرام اور راحتیں ہیں کہ ان کے مقلد دنیا کی بلا شہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی سخت ترین تکلیف بھی گویا جنت ہوگی۔ مومن مر کر دنیاوی جہنم سے آزاد ہوتا ہے اور کافر مر کر جہنم میں پھنستا ہے۔ موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ میں اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے جس طرح ایک ہی ریل میں کسی کی ہارات ہو سکتی ہے اور کسی کی میت۔ یا پھر اسی ریل میں کسی کو پھانسی کے لئے لے جایا جا رہا ہو۔

مولانا جاتی فرماتے ہیں۔

دریں	محنت	سرائے	بے	مواسا
بنعمت	ہائے	خوشیم	کن	شہا

حدیث : ۳۸

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَخَفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُؤَدِّبُ فِي اللَّهِ وَبِأُؤَدِّبُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلِيًّا ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ مَالِي وَكِبَالِي طَعَامٌ يَأْكُلُهُ

ذُو كَبَدٍ إِلَّا شَيْئًا يُوزِيهِ ابْنُ بِلَالٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَقَالَ وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ هَارِبًا مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ
 مِنَ الطَّعَامِ يَحْمِلُ تَحْتِ ابْنِ بِلَالٍ) شكوة باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ
 ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا
 اور میں اللہ کی راہ میں ستلایا گیا، ایسا کوئی نہیں ستلایا جاتا اور مجھ پر تمیں دن رات
 ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کھانا نہ تھا جو کلیجے والا کھا سکے سواء
 اس قدر کے جسے بلالؓ کی بغل چھپائے ہوئے تھی۔ (ترمذی)

اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی کریمؐ مکہ معظمہ سے
 روانہ ہوئے اور آپؐ کے ساتھ بلالؓ تھے۔ بلالؓ کے ساتھ اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی
 بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

تشریح

یعنی دین اسلام کی تبلیغ اور کتاب اللہ کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار
 نے آپؐ کو ڈرایا اتنا کسی اور نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔ اشد اللعنت میں
 شیخ محقق عبدالحق نے فرمایا کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے آپؐ کو ستلایا اتنا کسی اور
 نبی کو ستلایا نہ گیا۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ جب کفارِ مکہ نے آنحضرتؐ کو بہت ستایا اس وقت آپ کے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے۔ جب اسلام پھیلا تو کفار کی طاقت کمزور ہو گئی اور انہیں کم ستایا گیا۔ نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکالیف برداشت کیں مگر حضور انورؐ نے تیس (۲۳) سال۔ لیکن نوحؑ کی تکالیف سے آپ کی تکالیف سخت تر ہیں چونکہ آپ سید الانبیاء ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ گہن چاند اور سورج کو ہی لگتا ہے تاروں کو نہیں اسی طرح دکھ بڑوں کو چھوٹوں کی نسبت زیادہ۔

خیال رہے یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ کا نہیں کیونکہ اس دن آپ ﷺ کے ساتھ صدیق اکبرؓ تھے۔ سیدنا بلالؓ نہیں۔ غالباً یہ واقعہ تبلیغِ طائف کا ہے۔ نبوت کے دسویں سال ابو طالب کی وفات ہوئی اور پانچ دن بعد خدیجہ الکبریٰؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔ تین ماہ بعد آخر شوال میں حضورؐ تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ آپ نے وہاں کے سردار بنی تمیم کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی۔ اس نے آپ کے پیچھے آوارہ لڑکے لگا دیئے جنہوں نے آپؐ کو زخمی کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے روکا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا۔ تب جبرائیل امینؑ نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حکم فرمائیں تو طائف کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ لوگ پس جائیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ تاریخ اٹھا کے دیکھو

طائف میں بڑے بڑے مسلمان سپہ سالار پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ آپ کی دعا کا صدقہ ہے۔

صاحبِ مرقت و لمعات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ واقعہ مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں آپ کے ساتھ بلالؓ نہ تھے بلکہ زیدؓ تھے۔ یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں سیدنا بلالؓ ساتھ تھے۔ بعض نے فرمایا کہ حضورؐ نے طائف کے کئی سفر کئے ہیں۔ یہاں حدیث پاک میں ذکبذ فرما کر یہ اشارہ دیا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے۔ چہ جائیکہ انسان کھائے۔ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ بغل میں کھانا ظاہر ہے تھوڑا سا ہی سما سکے گا۔ چار، چھ روٹیاں، اتنا کھانا اور تیس دن، دو صاحبوں کا گزارہ۔ (مرآت)

اس سید الصابریں پر لاکھوں سلام۔ میں قرمان جاؤں سرکارؐ نے تبلیغ دین کی خاطر ایسی تکالیف اور مشقتیں اٹھائیں کہ آج تک تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حدیث : ۳۹

وَعَنْ عُمَرَ وَابْنِ شَعْبِيبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ جَدِّهِ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصَلَتَانِ مَنْ كَانَتْ فِيهِ كَتَبَهُ اللَّهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدَى بِهِ وَنَظَرَ فِي دُنْيَا إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ

فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلَىٰ مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا
صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَىٰ مَنْ هُوَ دُونَهُ وَنَظَرَ دُنْيَاهُ
إِلَىٰ مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاسْفَ عَلَىٰ مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبَهُ
اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا (رَدَاةُ التِّرْمِذِيِّ) شُكْرُ بَابِ فَضْلِ الْفَقْرَارِ

ترجمہ:

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے داوا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لکھتا ہے۔ جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے۔ اللہ اسے نہ شاکر لکھے گا نہ صابر۔

تشریح:

شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ شکر تو نعمت کے ملنے پر کیا جاتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے یا چھن جانے پر ملتا ہے مگر جو ان دو چیزوں پر صبر اور شکر پر عمل کرے گا وہ صابر اور شاکر ہو گا۔ گویا یہ ہے اجتماعِ ضدین۔

(مرآت)

فرمایا کہ اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو ان پر فخر نہ کرو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیک ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں لہذا ہر مسلمان کو حضرات صحابہ و اہل بیتؑ کے اعمال میں غور اور عمل کرنا چاہیے جو زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے اس کے سبب اللہ اسے صابر لکھے گا جب یہ شخص ان بزرگوں جیسے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا۔ یہ اس کا صبر ہوگا۔ ہمیں افسوس کرنا چاہیے کہ کاش ہم بھی صحابہؓ کے وقت ہوتے اور جملہ مصطفیٰؐ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے قدموں پر جان پھلور کرتے۔

اپنے سے نیچے کو دنیا داری میں دیکھ کر شکر کرنا چاہیے۔ اس کے سوچنے سے بڑی سے بڑی مصیبت بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کا جوان بیٹا مر جائے اور صبر نہ آئے تو وہ حضرت علی اکبر کی شہادت پر غور کرے۔ انشاء اللہ فوراً "صبر نصیب ہوگا۔ دین میں اپنے سے کم اور دنیا میں اپنے سے اوپر دیکھنے والے شخص کی زندگی حسد، جلن، بے صبری اور دل کی کوفت میں گزرے گی۔ امیروں کو دیکھ کر جلتا بھنٹتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مل کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نمازی ہے اور میں نمازی ہوں۔ میں اس سے بہتر ہوں، یہ تکبر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ نَبِي کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی مسافت و وزخ سے قریب ہو جائے گا اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جائے گا۔

(مرقات از علامہ علی قاری حنفی)

حدیث : ۲۰

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَمَرَنِي خَلِيلِي بِسَبِّ أَمْرِنِي بِحُبِّ
 الْمَسَاكِينِ وَالِدُنُومِنُهُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ
 هُوَ دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ
 الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرْتَ وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا
 وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا وَأَمَرَنِي أَنْ لَا
 أَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَا تُسِمُّ وَأَمَرَنِي أَنْ أَكْثُرَ مِنْ قَوْلِ
 لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كُنُزِ تَحْتِ الْعَرْشِ
 (رَوَاهُ أَحْمَدُ) مَشْكُوتٌ بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ

ترجمہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا مجھے میرے محبوب نے
 سات چیزوں کا حکم دیا۔ مجھے مسکینوں سے محبت اور ان سے قرب کا حکم دیا ہے اور
 مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں اور مجھے حکم
 دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ
 مانگوں اور مجھے حکم دیا کہ سچی بات کروں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے
 بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے حکم دیا کہ یہ
 زیادہ کہوں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ہے طاقات اور قوت مگر اللہ سے۔ کیونکہ یہ عرش
 کے نیچے کا خزانہ ہے۔

تشریح

یہاں خلیل سے مراد سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔ خلیل وہ جس کی محبت دل کے اندر داخل ہو جائے۔ یہ بنا ہے خِلَّةٌ سے بمعنی کشادگی۔ دل کی کشادگی بھردینے والی محبت خِلَّةٌ ہے۔ خلیل وہ جو محبوب بھی ہو مُطَّلَع بھی۔ خلیل کے بہت معنی ہیں۔ اَمْرَنِي کا حکم استجابی ہے اور سب مسلمانوں کو ہے معرفت حضرت ابوذر۔ ہو سکتا ہے حکم وجوبی ہو اور ابوذر کے لئے خاص ہو۔ حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلالؓ سے تو محبت ہو اور عثمان غنیؓ سے محبت نہ ہو تو قُرْب سے مراد دلی قُرْب ہے یا جسمانی قُرْب یعنی مساکین کی صحبت میں رہنا۔ مساکین کی صحبت دل میں مسکینیت پیدا کرتی ہے۔ یعنی دنیاوی مل و متاع عزت و جاہ میں اپنے سے کم کو دیکھوں اور دینی کاموں میں اپنے سے اوپر کو دیکھنا چاہیے۔

اصِل الرَّحْم سے مراد رشتہ دار ہیں۔ جوڑنے کا مطلب ہے ان سے اچھا سلوک کرنا۔ ان کی بدسلوکی نہ دیکھنا۔ اس کی تفسیر میں حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں سے برتاؤ اور فتح مکہ کے دن قریش سے حضورؐ کا برتاؤ دیکھو۔

اَحَدًا سے مراد دنیا دار لوگ ہیں۔ حضورؐ سے مانگنا ہر ایک کے لئے فخر ہے۔ آپؐ کا دروازہ تو وہ ہے جہاں بادشاہ بھی بھیک مانگتے ہیں۔

منجئے تو ہیں منجئے، کوئی شاہوں میں دکھاؤ
جس کو میری سرکار سے نکرا نہ رطا ہو

اِنْ كَانَ مَرًّا كَمَا مَطْلَبُ هِيَ اِپْنِ مَتَعَلِقِ اَوْر دوسروں كے مَتَعَلِقِ هَيْشَ حَقِّ
 بات كہو۔ اِپْنا قَصُور ہو تو فوراً "مان لو اِپْنِ مَتَعَلِقِ حَقِّ كَمْنَا بَرِّا مَشْكَلُ هِيَ۔ كَرْوِي
 سَے مراد اِپْنِ يا دوسرے پَر كَرْوِي۔

دنياوى وجاهت والے كا خوف مجھے حَقِّ كَہنے سے نہ رو كے رہے۔ اللہ
 والے لوگ اكر كہي ان كا كوئى عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض كرنے ميں
 جلدى نہ كرے۔ كئى دفعہ ان كے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہيں مگر در حقيقت
 بالكل درست ہوتے ہيں جيسے رمضان ميں بايزيد .سَطَامِي "كالوگوں كے سامنے روئى كا
 ككرا كھا ليئا" بالكل حَقِّ تھا كيونكہ آپؐ مسافر تھے۔ اس ذريعہ سے لوگوں كو اِپْنِ
 عقيدت سے ہٹا ديا۔ اسي طرح قرآن حكيم ميں حضرت خضرؑ و موسىؑ كا واقعہ۔

كَنْزِ تَحْتِ الْعَرْشِ لَا حَوْلَ شَرِيفِ جَنَّةِ كى اَعْلَى نَعْتِ هِيَ
 جو عرشِ اعظم كے نيچے محفوظ ہے۔ عرشِ اعظم جنت الفردوس كى چھت ہے اس كى
 بركت سے دل كو چيں، روح كو خوشى نصيب ہوتى ہے۔ اس ميں بندہ اِپْنِ قوت و
 طاقت سے الگ ہو كر اللہ كى قوت و طاقت پَر بھروسہ كرتا ہے۔ دوسرہ كى بيمارى
 كے لئے يہ عمل مجرب ہے كہ بعد نماز فجر و مغرب لا حول شريف ے ے بار پانى پَر دم
 كر كے پانى پى ليا كرے۔ انشاء اللہ يہ بيمارى جاتى رہے گى۔ يہ تيسرے كلمہ كى جزو
 ہے اور سلسلہ نقشبنديہ ميں ختم خواجگان ميں يہى لا حول شريف پانچ سو دفعہ پڑھ كر
 حضرت مجدد الف ثانىؒ كى روح كو ايصالِ ثواب كيا جاتا ہے۔ مزيد يہ كہ حديثِ پاك
 ميں آتا ہے كہ ننانوے بلاؤں كا علاج لا حول شريف ميں ہے جن ميں اونى غم اور
 دُكھ ہے۔ يہ كلمہ جنت كا خزانہ اس اعتبار سے ہے كہ يہ كہنے سے آخرت ميں كثير

المنافع کی توقع ہے گویا کہ یہ نفیس اور عمدہ خزانہ ہے۔

(تفصیح البخاری)

حدیث : ۲۱

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا بَعَثَ بِهِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ أَيَّاكَ وَالشُّعْمَ عِبَادَ اللَّهِ
لِيُسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

ترجمہ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا۔ اللہ کے بندے عیش
و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

یعنی سرکارِ دو عالمؐ مقامِ شہیدۃ الوداع تک حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے
تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سوار تھے جبکہ سید الانبیاءؑ پیدل جا رہے تھے۔ وہاں
آپؐ نے معاذ بن جبلؓ کو فرمایا کہ تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی
سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا۔ سلاہ غذا اور لباس سلاہ رکھنا تاکہ نفس موٹا
اور تم غافل نہ ہو جاؤ۔ یاد رہے سرکارِ دو عالمؐ کے صحابہ جو گورنر بن کر جاتے تھے

انہیں میدہ والا آنا کھانا منع تھا۔ سلاہ زندگی سے انسان دین اور دنیا میں آرام سے رہتا ہے لیکن افسوس صد افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی اور زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں۔ پھر مہذب ڈاکو، شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل جائے تو رشوتوں سے ملک کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ تنخواہ پر گزارہ نہیں ہوتا اور رشوت سے خرچ پورا کیا جاتا ہے حالانکہ خود اور اولاد کو ایسا رزق کھلانا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب انسان حرام کمائی کھاتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے۔ اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً "امیر یا حاکم بن کر عیش پسند نہیں ہوتے۔ اگر حکام غافل اور عیش پسند ہو جائیں تو رعایا تباہ اور ملک برباد ہوگا۔ قرآن مقدس کفار کے متعلق فرماتا ہے

يَا كُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اَچھا کھانا اچھا پینا اور چیز ہے مگر عیش پسندی کچھ اور ہے۔ اسی طرح عمدہ غذا و لباس اور ہے سلاہ غذا و لباس کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی نعمتیں دے تو اچھا کھاؤ، پہنو مگر سادگی کے ساتھ اور پھر اچھے کھانے پینے کے عادی نہ بن جاؤ۔ کبھی پلاؤ کبھی وال کبھی چٹنی کبھی پراٹھے اور کبھی مرغ کا گوشت وغیرہ

(مرات)



حدیث : ۲۲

رَعْنُ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ رَضِيَ مِنَ اللَّهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللَّهُ مِنْهُ
بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو
اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو گا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔
(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا دو قسم
کی ہے۔ ازلی اور ابدی۔ رضا ابدی ہماری رضا سے پہلے ہے جب وہ ہم سے
راضی ہوتا ہے تو ہم کو نیکی کی توفیق ملتی ہے مگر رضا ابدی ہماری رضا کے بعد ہے
جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں۔ نیکیاں کر لیتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا
ہے۔ یہاں رضا ابدی کا ذکر ہے۔ اسلئے بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی۔ اور آیت
کریمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ رِضًا اَزَلِيًّا کا ذکر ہے۔ اس لئے وہاں
رضاء الہی کا پہلے ذکر ہے۔ (مرقات)

حدیث پاک کا مطلب واضح ہے کہ اگر تم معمولی روزی پا کر شکر زیادہ کرو

تو رب تعالیٰ تمہارے معمولی اعمال کی بہت ہی قدر فرمائے گا۔ اور قلیل عمل میں اجرِ جزیل عطاء فرمائے گا۔
(مرات)

حدیث : ۲۳

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ أَوْ أَحْتَجَّ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عِزًّا وَجَلًّا أَنْ يُرْزَقَهُ رِزْقًا سَنَةً مِنْ حَلَالٍ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشكوة باب فضل الفقراء

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا۔

تشریح:-

یہاں بھوک سے مراد قاتل برداشت بھوک ہے جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر کھانا پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہو تو اس کا ظاہر کرنا اور کسی سے کچھ لے کر بقدر ضرورت کھا لینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مر جائے گا تو حرام موت مرے گا۔
(مرقات)

فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیثِ پاک کے خلاف نہیں حدیث کو سمجھنے کے لئے سچی فہم و سمجھ ہونا ضروری ہے۔ فرمانِ پاک درست اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بھنڈے، تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں۔ کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی بھی کوشش کرے۔ یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برے گی بلکہ اسباب سے میسر ہوگی۔ جو مومن صاحبِ عیال کثیر البال فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحبِ کمال اور محبوبِ رَبِّ ذُو الْجَلَال ہے کہ کسی سے رَبِّ کی شکایت نہیں کرتا بلکہ راضی بہ رضا رہتا ہے مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔

(مرات)

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا۔ امین

حدیث : ۲۲

رَعْنُ النَّسِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَهْرِمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشْبُ مِنْهُ إِثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى
الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب الامل و الحرص)

تشریح:-

یہاں عام دنیا دار انسان مراد ہے جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے بعض اللہ کے بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے الگ ہیں مگر ایسے خوش نصیب بندے بہت قلیل ہیں۔ عموماً "بوڑھے آدمی مل جمع کرنے مل بڑھانے میں بڑے مشغول رہتے ہیں۔ ہمیشہ زندگی کی دعائیں کراتے ہیں اور اگر کوئی انہیں کو سے توڑتے ہیں۔ یہ ہے محبت مل و عمر۔ حریص کا دل یا تو قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔ اس حدیث کی صحت پر تجربہ شہید ہے۔

بخ ہائے خوئے بد محکم شدہ۔ قوت برکندن آن گم شدہ

موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضور اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امریٰ مصبح فی اہلہ۔ والموت اقرب من شراک نعلہ
انسان بڑھاپے میں بھی یہ سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے نیکیاں آئندہ کر لیں گے اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آجاتی ہے۔

غافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے مُتلاوی
خالق نے گھڑی عمر سے ایک اور گھٹا دی
صوفیاء فرماتے ہیں موتو ان اقبل قبل ان تموتو مرنے سے پہلے
مرجاؤ۔ یا فرماتے ہیں۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا یعنی حساب دینے سے پہلے
اپنا حساب کر لو۔ آج بھی احتساب کا لفظ چل نکلا ہے لیکن اے غافل انسان کبھی

اُس احتساب کو بھی یاد کر لیا کہ جس کے بارے میں قرآنِ حکیم فرماتا ہے۔ اِنَّ
بَطْشَ رِيكَ لَشَدِيدٍ (مرات المناجیح)

حدیث : ۲۵

رَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًا فِي اثْنَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا
وَطُولِ الْأَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) شُكُوهُ بَابِ الْأَمَلِ وَالْحَرَصِ

حدیث : ۲۶

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَعْذَرَ اللَّهُ إِلَى امْرَأَةٍ
أَخْرَجَتْهُ حَتَّى بَلَغَتْ سِتِّينَ سَنَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)
شُكُوهُ بَابِ الْأَمَلِ وَالْحَرَصِ -

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ
بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے محبت دنیا اور لمبی امیدیں۔

(بخاری و مسلم)

انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس

بندے کو معذور رکھتا ہے جسکی موت پیچھے کر دی گئی۔ یہاں تک کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔
(بخاری)

تشریح:-

محبت دنیا موت سے ڈرنے کا ذریعہ ہے اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمالِ صالحہ میں دیر لگانے کا۔ لیکن اللہ سے امید اور آخرت کی لمبی امید میں کمال ایمان کی نشانی ہے۔ اہل دنیا کی امید کو کہتے ہیں اور رجاء آخرت کی امید۔ اللہ سے امید کو کہا جاتا ہے۔ اہل بُری ہے اور رجاء اچھی ہے۔

دوسری حدیث میں لفظ اعذر کے دو معانی ہیں ایک یہ کہ اعذر کے معنی ہیں دور کر دیتا ہے یعنی بابِ افعال کا ہمزہ سلب کے لئے ہے تب مطلب یہ ہو گا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جائے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قاتل قبول نہ ہو گا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی۔ جوانی میں بڑھاپے کی امید تھی۔ اب بڑھاپے میں سوائے موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے۔ اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قاتل ہے اس کا کوئی بہانہ قاتل سماعت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اَعْذَرَ ماضی ہے، معنی معذور۔ یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کر سکے۔ مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ اسے معذور قرار دیکر اس کے نامہ اعمال میں وہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

رسم است کہ مالکانِ تحریر

آزاد کنند بندہٴ حیر

اے بار خدائے عالم آرا

برسعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہو جاتی ہے وہ رؤف و رحیم رب بھی اپنے بوڑھے
بندوں کی پنشن کر دیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا
رہے۔

(مرأت)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

کانِ اللہِ بودِ درِ ماضیٰ

ماکہ کانِ اللہِ لہِ آمدِ جزا

ترجمہ۔ گذشتہ زمانہ میں تو اللہ کا ہوا رہا۔ اس کی جزا ہے کہ اللہ اب تیرا ہو گیا۔

حدیث : ۲۷

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَوْ كَانَ لِإِبْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَسْأَلٍ لَا تَبْغِي تَالِشًا وَلَا يَمْلَأُ
جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَشْكُوهٌ بِأَبِ الْأَمَلِ وَالْحَرَصِ .

ترجمہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان کے پاس دو داویاں (جنگل) مال کے ہوں تو وہ تیسرا جنگل تلاش کرے۔ انسان کو مٹی کے سواء کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ توبہ قبول کر لیتا ہے اس کی جو توبہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح۔

یہاں دو اور تیسرا جنگل حد بندی کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس دو یا تین جنگلوں جتنا مال بھی ہو تو پھر بھی وہ زیادہ کی خواہش کرے گا۔ انسان کی ہوس زیادہ مال سے نہیں بجھتی یہ تو فضلِ ربانی سے بجھتی ہے۔ لفظ تراب سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے۔ مر کر ہوس ختم ہوتی ہے۔ یہ حکم عمومی ہے۔ اللہ کے نیک بندے اس حکم سے خارج ہیں۔ وہ تو بڑے صابر و شاکر ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء اور خالص اولیاء اللہ مگر یہ لوگ بہت کم ہیں۔

یہاں صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ صوفیاء کا قول ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے۔ بارش ہونے پر اس میں سبزہ، پھل، پھول سب کچھ ہوتے ہیں۔ یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشک ہے۔ اگر نبوت کے بادل سے توفیق و ہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت و تقویٰ وغیرہ کے پھل پھول لگتے ہیں۔ (مرقات)

انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کر کے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوشِ رحمت اس کے لئے کھلی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
 لَوْ جَدَّ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا صُوفِيَاءَ كَے نزدیک توفیق کی بارش توبہ ہے یاد رہے
 بارش سے مٹی میں بلغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں۔ سخت دل آدمی کم نیک ہوتے
 ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سر بہر سنگ
 خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
 کم زخاکی چونکہ خاکے یار یافت
 در بہارے صد ہزار انوار یافت
 مولانا رومؒ

مرآت

حدیث : ۲۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَعْمَارُ أُمَّتِي دَمَا بَيْنَ سِتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَ
 أَقَلَّهُمْ مَنْ يُجَوِّزُ ذَلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب الامل والمرص .

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح

بہت کم لوگ ستر سال عمر میں آگے بڑھیں گے۔ سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی عمر ایک سو سال ہوئی لیکن ان حضرات کی قوت میں کمی نہ آئی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے والد اور آپ کے دادا تینوں کی عمر ۳۰ سال ہوئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے۔ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (مرقات)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بغداد شریف سے تیس میل دور سلمان پارک بستی میں ہے پہلے اسے بستان کہتے تھے۔
یہ نقشبندیہ سلسلہ کے اکابرین میں سے ہیں۔



حدیث : ۲۹

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسَنَ عَمَلُهُ فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ) مشکوٰۃ باب استجاب الحال للعمر للطاعة

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو بکر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون آدمی اچھا ہے۔ فرمایا جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا تو کون آدمی بُرا ہے۔ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل بُرے ہوں۔ (احمد ترمذی دارمی)

تشریح

حضرت ابو بکر مشہور صحابی ہیں اور اہل طائف میں سے ہیں۔ یعنی جس شخص کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں۔ ہر آنے والا دن اس کی نیکیاں بڑھائے۔ ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ دوسرے نمبر کا خوش نصیب ہے۔ ایسا شخص مشکل سے طے گا جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔ یہ شان حضرات انبیاء کرامؑ یا خاص اولیاء اللہ کی ہے۔ وہ شخص بڑا بد نصیب ہے جس کی زندگی دراز ہو اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ

ہوں اور اس کی زندگی میں آنے والا ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے (مرآت)
 صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے
 مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی ہے۔ یہ الفاظ اور روایت، حضرت
 ابوبکر سے صرف دو کتب میں ہی ہے۔ (مرقات)

حدیث: ۵۰

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَخَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ
 مَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ أَوْ نَحْوِهَا فَصَلُّوا عَلَيْهِ
 فَقَالَ النَّبِيُّ مَا قُلْتُمْ قَالُوا دَعَوْنَا اللَّهَ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَ
 يَرْحَمَهُ وَيُلْحِقَهُ بِصَاحِبِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ فَإِنْ صَلَوَتُهُ
 بَعْدَ صَلَوَتِهِ وَعَمَلُهُ أَوْ قَالَ صِيَامُهُ لَمَّا بَيْنَهُمَا أَعْدُ
 مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)
 مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمل للطاعة

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبید ابن خالد سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو
 شخصوں کے درمیان بھائی چارہ فرمایا اور ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب دوسرا آدمی فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کی نماز پڑھی تو نبی کریمؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا۔ عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے، اس پر رحم کر اور اسے اپنے ساتھی سے ملا دے۔ تب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل کو یاد فرمایا۔ شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے۔ ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ دراز ہے۔ (ابو داؤد نسائی)

تشریح۔

صاحب اشعۃ اور صاحب مرقات کے نزدیک عبید بن خالد صحابی ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مہاجر بن کر مدینہ حاضر ہوئے۔ لہذا آپ مہاجر ہوئے۔ (مرقات اشعۃ)

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں آدمی مہاجر تھے یا ان میں سے ایک مہاجر تھے دوسرے انصاری۔ دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ عقد موأخت کا رشتہ مہاجر اور انصاری میں کیا جاتا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہید مہاجر ہوئے یا انصاری۔ بہر حال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے اور دوسرے صاحب کچھ دنوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ سرکار دو عالمؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ نماز جنازہ میں تم نے اس کے لئے کیا دعا کی۔ نماز جنازہ میں دعائے مانورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے مگر دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے۔ حضورؐ نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔ (مرآت)

دوسرے صاحب شہید نہ ہوئے بلکہ ان کا بھائی ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہو گیا۔ مولیٰ تو اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما۔ ان دونوں کو وہاں بھی اکٹھا کر دے۔ جس طرح وہ یہاں یکجا تھے۔ سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔ فرمایا اس شخص کو جو یہ ہفتہ عشرہ زیادہ مل گیا۔ ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں۔ اس لئے اس کا درجہ شہید سے زیادہ ہو گیا۔ یہ صاحبِ مرابط تھے یعنی جہاد کی خاطر ہر دم تیار اور مرابط کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ لہذا شہادت میں اس شہید کے برابر ہوئے۔ باقی دنوں میں اعمال میں سبقت لے گئے۔ نیز بعض غیر شہید شہید سے بڑھ جاتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ تلوار سے شہید نہیں ہوئے مگر شہیدوں سے افضل ہیں۔ رَبِّ زُو الْجَلَالِ نے فرمایا۔ مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ صدیق کو شہداء پر مقدم فرمایا۔

حدیث: ۵۱

وَعَنْ أَبِي كَيْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَلَاثٌ أَقْسَمَ عَلَيْهِنَّ وَ أَحَدٌ تُكْمُ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ فَأَمَّا الَّذِي أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَأَنَّهُ مَا نَقَصَ مَالٌ عَبْدٌ مِّنْ عَبْدٍ مِّنْ صِدْقَةٍ وَلَا ظَلَمَ عَبْدٌ مُّظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ بِهَا عِشْرًا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ

مَسْئَلَةُ الْإِفْتَحِ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابِ فَقِيرٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ) شَكْوَةٌ بَابِ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعَمَلِ لِلطَّائِفَةِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو کبشہ انصاری سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مل صدقہ سے کم نہیں ہوتا اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح

حضرت ابو کبشہ انصاری کا نام عمرو بن سعد یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں آخر زمانہ میں شام میں رہے۔ (مرآت)

یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انورؐ کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم مائل حق اور درست ہے۔ حضورؐ کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن۔ اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محل یا بغیر جیسے رب تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لئے ہوتی

ہیں ایسے ہی تصور انور ﷺ کی قسمیں تاکیدِ کلام کے لئے ہیں۔ صرف اَقْسِمُ فرما کر قسم کھائی گئی۔ واللہ باللہ نہیں فرمایا۔ یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے۔ فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مل جاتا ہے کم نہیں ہوتا۔ آزما کر دیکھ لو۔ میرا رب سچا اُسکا رسول سچا۔ صدقہ سے دنیا میں برکت اور آخرت میں ثواب ہے۔ حق تو یہ ہے کہ صدقہ والے مل کو عموماً "حاکم، حکیم، وکیل اور چور نہیں کھاتے اور دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرٍ هٗ حضرت یوسفؑ نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ حضور اکرمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کو معاف کر دیا اور فرمایا لَا تَشْرِيْبَ عَلَیْكُمْ الْیَوْمَ۔ انہیں بھی معاف کر دیا جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے۔ دیکھ لو ان حضرات کی آج بھی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا۔

تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً "تو مل جمع ہوتا ہی نہیں اگر جمع ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یوں ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے مل میں برکت نہیں ہوتی۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی نے ان کی مثل اس کتے سے دی ہے جو منہ میں کلزا لئے شفاف و صاف نہر پر گزرے اور اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے۔ اس سے کلزا چھین لینے کے لئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے۔ اپنا کلزا بھی کھو بیٹھے۔ (مرقات)

حدیث : ۵۲

رَعْنُ أَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ فِقِيلًا وَكَيْفًا يَسْتَعْمِلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يُؤَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) مشکوٰۃ باب استجاب المال والعمر للطاعة

ترجمہ

روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیسے کام لیتا ہے۔ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

تشریح

غالباً "بندہ" سے مراد بندہ مومن ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی برباد و ضائع کر دے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے۔ ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندہ مومن و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا۔ آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے کوئی شخص بیکار نہیں رہتا 'جاگنا' چلنا پھرنا بھی تو کام ہی ہیں۔ سرکار نے کام سے کونسا کام مراد لیا ہے۔ فرمایا کام سے

مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی گناہوں میں
گزارے مگر توبہ کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے مرتا ہے۔ اعتبار کا خاتمہ ہے۔
اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے
افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

زندگی عمل کا وقت ہے۔ دوسرے ہر کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ
نہیں کر سکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے۔ یہ تو اللہ کو خبر ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت
نیک ہو جائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے
کہ وہ راحت و آرام اور اپنے کام کے پھل پاھے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ
حضور انورؐ کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے۔ موت
یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔

سنا ہے قبر میں دیدار ہو گا بے حجابانہ

کفن کو پھاڑ کر انھیں گے مروے اپنی مدفن سے

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حاکم نے بسند

صحیح، احمد، ابن حبان، طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی۔

(مرقات)

حدیث : ۵۳

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادُ مُنَادٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ابْنَ ابْنَاءِ السَّتِينِ وَهُوَ الْعُمْرُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَوْلَكُمْ نِعْمَ دَرَكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مَشْكُورَةٌ بَابِ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعَمْرِ لِلطَّاعَةِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساتھ ساتھ لوگ کہاں ہیں۔ یہ عمروہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے اور آئے تمہارے پاس ڈرانے والا۔ (بیہقی)

تشریح

بروز قیامت بلاوا ہوگا کہ پہلے ساتھ ساتھ والے بوڑھے حاضر ہوں اور اپنی عمروں کا حساب دیں کہ انہوں نے اتنی دراز عمر کس طرح کام میں خرچ کی۔ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بوڑھاپہ۔ ساتھ ساتھ آدمی یہ تینوں حصے پالیتا ہے۔ بچپن نہ سنبھلے تو اگر جوانی میں سنبھل جائے اور جوانی میں نہ

سنبھلے تو برہمچاریے میں ٹھیک ہو جائے لیکن اگر برہمچاریے میں بھی درست نہ ہو تو پھر کب ہوگا۔ اب تو صرف موت ہی باقی ہے۔ لہذا بڑھا گنہگار کوئی عذر و معذرت نہیں کر سکتا۔ آیت مقدسہ میں ڈرانے والے سے مراد رسول اللہ یا قرآن مجید یا برہمچاریا موت ہے۔ بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں۔

(مرأت از مفتی احمد یار خان نعیمی)

حدیث: ۵۲

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ إِنَّ نَفْرًا مِّنْ بَنِي عَدْرَةَ ثَلَاثَةٌ أَلُو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَكْفِينِيهِمْ قَالَ طَلْحَةَ أَنَا فَكَانُوا عِنْدَهُ فَبَعَثَ النَّبِيُّ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ أَحَدُهُمْ فَاسْتَشْهِدُ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ الْآخَرُ فَاسْتَشْهِدُ ثُمَّ مَاتَ الثَّلَاثُ عَلَى فِرَاشِهِ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْقَبْرَ عَلَى فِرَاشِهِ أَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتَشْهِدَ آخِرَ يَلِيهِ وَأَوَّلُهُمْ يَلِيهِ فَدَخَلَنِي مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ذَلِكَ فَقَالَ وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذَلِكَ لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ مُؤْمِنٍ يُعْمَرُ

فِي الْإِسْلَامِ لِتَسْبِيحِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)
مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للفقراء

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سرکارؐ نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا۔ جناب طلحہؓ بولے، میں۔ تو وہ ان کے پاس رہے تو پھر نبی کریمؐ نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا، وہ شہید ہو گیا۔ پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں رگد سرا گیا۔ وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا اسے اس کے قریب اور پہلے شہید ہونے والا اس کے قریب دیکھا۔ میرے دل میں اس سے کچھ خیال آ گیا۔ تب پہلے نبی کریمؐ سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا۔ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی چیز افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح، تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے۔

(احمد)

تشریح

عبداللہ بن شداد تابعی، آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں۔ حضرت میمونہ آپ کی خالہ ہیں۔ بڑے عالم متقی تھے۔ حضرت عمرؓ، علیؓ، معاذ ابن

جبل اور ابن عباس سے روایات لی ہیں بلکہ اپنے والد اور خالہ سے بھی روایات لی ہیں۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا کہ یہ تینوں نو مسلم فقیر ہمارے مہمان ہیں ان کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے تا قیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضورؐ کے دروازے سے ہوتا رہے گا۔ دنیاوی وسیلے ان ہی کے کرم کا مظہر ہیں۔

تینوں حضرات، حضرت طلحہؓ کے دائمی مہمان ٹھہرے۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو باری باری راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات لکھتے ہیں کہ تیسرے صاحب ان دو جہلوں میں یا تو گئے ہی نہ تھے، یا گئے تھے مگر شہید نہ ہوئے۔ بعد میں بیماری سے فوت ہوئے مگر وہ جہلوں کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے یعنی مرابط فی سبیل اللہ۔ یہ قیود خیال میں رہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ ابو طلحہؓ نے خواب میں دیکھا یا کشف سے۔ (مرقات)

یہ حدیث الہام اولیاء، کشف اولیاء کی دلیل ہے۔ بعض حضرات کشفِ قبور کر لیتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ طلحہؓ فرماتے ہیں کہ جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے مگر ان میں نمبر اول تھے۔ دوسرے شہید نمبر دوم اور پہلے شہید ہونے والے تیسرے نمبر پر تھے۔ یہ اولیت، آخرت درجہ اور مرتبہ کی تھیں کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔ جناب طلحہؓ فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکل پیدا ہوا جس کو میں خود حل نہ کر سکا کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہداء اس کے ماتحت ہیں۔

یہ اشکل حضورؐ نے اس طرح حل فرمایا کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ عمر زیادہ مل گئی اور تیسرے آدمی کو پہلے ان دونوں سے زیادہ عمر ملی چونکہ انہیں ذکر اللہ، عبادت و اطاعت کا موقع زیادہ ملا اسلئے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوئے اور ان دونوں میں تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوئے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ تیسرے صاحب بھی شہادتِ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اس لئے انہیں حکمی شہادت تو مل گئی لیکن ذکر اللہ میں وہ بڑھ گئے۔ لہذا ان کا درجہ زیادہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اس کی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(سرات)

حدیث: ۵۵

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ عَلِيَّ وَجِبَهُ مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ إِلَى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ اللَّهِ لِحَقَرَةٍ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَوْ دَانَتْهُ رَدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمًا يَنْزُدُ دَادٍ مِنَ الْأَجْرِ وَالتَّوَابِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

مشکوٰۃ باب استجاب المال والعمر للطاعة

ترجمہ

روایت ہے حضرت محمد بن عمیرہ سے یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جوئے حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (احمد)

تشریح

صاحب اشعۃ للمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ محمد بن عمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی اس لئے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضورؐ کے صحابی تھے۔ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

یہ فرضی صورت ہے جس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادت میں ایسا مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لئے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مر جائے۔ چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد سجدہ میں گر جانا ہو۔ وہ شخص مرتے وقت یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا، کچھ اور موقع مل جاتا تو اور کچھ کر لیتا اور تمنا کرے گا کہ عبادت و ریاضات کے لئے دنیا میں پھر بھیج دیا جاؤں۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ جسے رب تعالیٰ بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سننے، یہاں کے عیش کرنے کے لئے یہاں آنے کی

تمنا نہ کرے گا۔ یہ آرزو دوسرے مقصد یعنی عبادتِ الہی کے لئے ہے۔

(مرات)

حدیث : ۵۶

رَعْنُ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ
عَلَى اسْلِكِ مَيْتٍ قَالَ أَيُّكُمْ يُعِيبُ أَنْ هَذَا لَهُ بِدْرُهُمْ
فَقَالُوا مَا نَحْبُ أَنْتَ كُنَّا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللَّهِ الدُّنْيَا
أَهْوَنُ عَلَيَّ اللَّهُ مِنْ هَذَا عَلَيَّكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ کے
مرے بچے پر گذرے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک
درہم کے عوض لے لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی
چیز کے عوض ملے۔ تو فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے جیسی یہ
تمہارے نزدیک۔ (مسلم، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح

بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا کہ اس کی کھل بیکار
اور گوشت وغیرہ حرام ہے اسے کون خریدے۔ وہ بکری کا مردار بچہ گلا سزا ہوا تھا۔
یعنی اللہ کے نزدیک یہ دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ حدیث سے مراد

دنیا کی حقیقت واضح کرنا ہے۔ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھتی ہے۔ اس کی دنیا بہت عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے کیونکہ وہ دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدنیا دیندار کو سارے شیاطین ملکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیا دار دینی کام بھی دنیا کی خاطر کرتا ہے اور دیندار دنیاوی کام بھی دین کے لئے کرتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

خلق را بگر کہ چوں ظلمانی اند
در متاعِ فلانی چوں فلانی اند
(مرأت)

حدیث : ۵۷

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ أَنْ أَمْرَهُ كُلُّهُ لَهُ خَيْرٌ وَ لَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں۔ یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سوائے مرد مومن کے کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لئے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو۔
(مسلم، مشکوٰۃ - باب التوکل والصبْر)

تشریح:-

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت صہیب ابن سنان ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن جدعان کے آزاد کردہ غلام۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کر کے روم پہنچا دیا۔ پھر مکہ معظمہ میں آپ فروخت ہو کر آئے۔ مکہ میں ہی ایمان لائے۔ اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے۔ آپ کے متعلق یہ آیت اتری۔ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ** **أَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ** آپ نے نوے سال عمر پائی۔ ۸۰ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔
(مرقات)

مومن کے لئے دنیا میں خیر ہی خیر ہے۔ شر بھی خیر ہے۔ راحت و آرام بھی خیر ہے۔ مصیبت و آلام بھی خیر۔ وہ ہر طرح نفع میں ہے۔ مومن نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے۔ خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ولی، قوی، عملی یعنی جتانی، لسانی، ارکانی، ملدار کا زکوٰۃ نکالنا عملی شکر ہے۔ یہ ہی حل صبر کا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو

سواریاں ہیں مجھے پرواہ نہیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔ (مرقات)

ع فقر و شہی واردات مصطفیٰ است

کافر فقیر ہو تو رب کی شکایتیں کر کے کافر رہتا ہے۔ امیر ہو تو فخر و تکبر کر

کے اپنا کفر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ مومن کا ہر حال اچھا ہوتا ہے۔ امیر ہو تو شاکر ہوتا

ہے۔ فقیر ہو تو صابر ہوتا ہے۔ اسکا بھروسہ اور اسکا تصور آتی محور اللہ کی ذات ہے۔

حدیث: ۵۸

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَوْ زَقَّكُمْ كَمَا يَزُقُّ الطَّيْرُ تَفْدًا وَاِحْمَاصًا وَتَرُوْحًا بِطَانًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبْنُ مَاجَةَ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عمرؓ ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہے ویسا توکل کرو تو وہ تم کو ایسے

رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام حکم سیر

لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب التوکل والعبر)

تشریح:

حق توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو ہی جانے بعض نے فرمایا کہ

کسب کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حق توکل ہے جسم کو کام میں لگائے اور دل کو اللہ سے وابستہ رکھے۔ تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پیچھی اور درویش

جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

پرنڈے تلاشِ رزق کے لئے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں اور درختوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں اس لئے انہیں وہاں ہی کھانہ پانی پہنچتا ہے۔ کوئے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کے منہ پر بھنگے جمع کر دیتا ہے۔ یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے۔ جب کلا پڑ جاتا ہے تب ماں باپ آتے ہیں۔ (مرقات) اس طرح صاحبِ توکل مومن کو اللہ تعالیٰ غیبی رزق سے نوازتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہاں سے اسکو انواع و اقسام کی نعمتیں آتی ہیں۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

حدیث: ۵۹

وَعَنْ أَبِي ذَرِّعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ تَحْرِيمُ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةُ
الْمَالِ وَلَكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونُ بِمَا فِي

يَدِيكَ أَوْ ثَقَّ بِمَا فِي يَدِي اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ
الْمَصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أَصَبْتَ بِهَا أُرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا
أَلْقَيْتُ لَكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب التوکل والبر

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دنیا میں زہد و تقویٰ نہ تو حلال کو حرام کر لینے
سے ہے اور نہ مال برباد کرنے سے لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ بغیر اپنے قبضہ کی چیز
پر اس پر زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب تو مصیبت میں گرفتار
ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو، اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح

بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت یا دوسرے اعلیٰ
کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی
جھوٹ، غیبت، بھنگ، چرس اور ترک نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ
اولیائی سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ اس فرمانِ اعلیٰ کے منظر ہیں، یہ لوگ پیر نہیں بلکہ
شیاطین ہیں کہ حرام چیز تو چھوڑتے نہیں اور حلال سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فقیری
کے لئے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے۔ مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور
وہ سب حرام ہیں۔

۱۔ ناجائز جگہ خرچ کرنا۔ ۲۔ بلاوجہ مال لٹا دینا۔ ۳۔ بل بچے ہوتے ہوئے مال لوگوں میں تقسیم کر دینا۔ ۴۔ سارا مال خیرات کر کے اپنے اور اپنی اولاد کو بھکاری، فقیر بنا دینا۔

ہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بل بچوں کی طرح جو صابر و شاکر اور متوکل ہوں وہ سب خیرات کریں ورنہ آج خیرات کر کے کل بھیک مانگے گا، یہ حرام ہے۔ فرمایا تو متقی تب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جائیں۔ ایک یہ کہ جو چیز تیرے ملک اور تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا یہ کہ جو چیز نہ تیری ملک ہو اور نہ تیرے قبضہ میں ہو مگر رب تعالیٰ چاہے کہ تو اس سے فائدہ اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ غرض یہ کہ تیرا توکل اللہ پر ہو، اپنے پر یا اپنے ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو۔ یہ توکل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں پکا ہوا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور جہاں وہم و گمان بھی نہ ہو وہاں سے کھانا مل جاتا ہے۔ تجربہ شہد ہے۔ یہ واقعت اس فرمانِ علی کی شرح ہیں۔

نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آجائے اور تیرا دل چاہے کہ یہ آفت جلد ٹل جائے پھر تجھے خیال آجائے کہ یہ مصیبت تو ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کے رغبت واقع ہو جانے کی رغبت زیادہ ہو۔ یہاں رغبت کا ذکر ہے دُعا کا ذکر نہیں۔ مصیبت کی دُعا کرنا ممنوع ہے مگر اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے۔ جب مصیبت آ پڑے تو اس کی تکلیف پر نظر نہ

ہو بلکہ اس کے ثواب پر نظر ہو۔

(مرات)

حدیث : ۶۰

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِنْ سَعَادَةٍ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ وَمِنْ
 شَقَاوَةٍ ابْنِ آدَمَ تَرَكَهُ اسْتِخَارَةُ اللَّهِ وَمِنْ شَقَاوَةٍ ابْنِ
 آدَمَ سَخَطَ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ

روایت ہے حضرت سعدؓ سے 'فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا کہ انسان کی نیک بختی اس سے ہے کہ اس کا اللہ کے فیصلے سے راضی ہونا
 ہے اور انسان کی بد بختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے۔ انسان کی بد بختی
 اس سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلے سے ناراض ہونا ہے۔ (احمد ترمذی
 اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح :-

سعادت و شقاوت ایک غیبی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات ہیں جو بندہ
 اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے اس کی قضا پر سر جھکائے رہے۔ سمجھ لو کہ انشاء اللہ

یہ سعید ہے اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے اگر اس کے برعکس ہو تو علامت بد بختی کی ہے۔ حضرت انس نے مرفوعاً روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا۔ جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہو گا۔ جو درمیانی خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہو گا۔ (طبرانی، مرقات از ملا علی قاری)

میانہ روی بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار آدمی چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے۔ شکر گزار بندہ زیادتی نعمت سے محروم نہیں ہوتا اور توبہ کرنے والا بندہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہ ہو گا اور مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہ ہو گا۔ جو شخص اللہ کے حکم سے ناراض رہے اور رب کی شکایتیں کرتا رہے وہ بد نصیب ہے۔ یاد رہے کہ مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے تدبیریں کرنا برا نہیں ہے بلکہ اس کا حکم ہے۔ رب کے فیصلے سے ناراض ہو کر اس کی شان میں بکواس کرنا برا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے۔ (مرآت)

حدیث : ۶۱

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ دَلَّكَ اللَّهُ عَلَىٰ شَيْءٍ لَوْ أَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَّتْهُمُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) شُكْرُ بَابِ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کر لیں تو وہ انہیں کافی ہو کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے چھٹکارہ بنا دے گا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۔ (احمد، ابن ماجہ، دارمی)

تشریح

فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے تو دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے۔ یہ ایک آیت تمام کے لئے کافی ہے۔ تقویٰ سے مراد تقویٰ عامہ ہے یعنی اللہ و رسول کے احکامات پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا تقویٰ ہے۔ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تقویٰ پر وعدے فرمائے۔ ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا۔ یاد رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے رب تعالیٰ کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہیے مگر امتحان میں کامیابی ہونی چاہیے۔ حضرت حسین امام المستقین کو کربلا میں اللہ نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثل نہیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہذا اس آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب حسین یا امام احمد ابن
 حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ٹلی۔ وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔ جو
 شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے اسے دستِ غیب نصیب ہو جاتا ہے۔

(مرات)

حدیث : ۶۲

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَخُوَانِ عَلِيٍّ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ وَالْآخَرَ
 بِحُتْرَفٍ فَشَكَا الْمُعْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ فَقَالَ لَعَلَّكَ
 تُرْزَقُ بِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا الْحَدِيثُ
 صَحِيحٌ غَرِيبٌ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے
 زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک آپؐ کی خدمت میں آتا تھا جن میں سے دوسرا کوئی
 پیشہ کرتا تھا۔ تو کماؤ پیشہ والے نے حضورؐ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو فرمایا۔
 شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث صحیح
 غریب ہے (مشکوٰۃ باب التوکل والصر)

تشریح

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ غالباً وہ دونوں سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا۔ (مرقات) ان دونوں میں سے ایک اپنے کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر چکا تھا۔ حضورؐ کے پاس علمِ دین سیکھنے آتا تھا۔ یہ رسم آج تک چلی آ رہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو یا اپنے بچوں کو علمِ دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ اصحابِ صفہؓ بھی ایسے ہی لوگ تھے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ وہ طالبِ علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بل بچے دار تھا۔ اس طالبِ علم کا خرچہ یہ کماؤ بھائی ہی اٹھاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ طالبِ علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ شکایت کرنے والے نے عرض کیا حضورؐ اس کو طلبِ علم سے منع فرمادیں اور اسے کمانی کرنے کا حکم دیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھال لے اور اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ مجھ سے اس کا بوجھ اُتر جائے۔ سرکارؐ نے فرمایا تو اسے علمِ دین سیکھنے دے۔ اس کا خرچہ تو برداشت کئے جا۔ اللہ اس کا رزق تیرے دسترخوان پر بھیجے گا۔ تجھے برکتیں حاصل ہوں گی۔ فرمانِ علی سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علمِ دین کے لئے وقف کر دینا سنتِ صحابہؓ ہے۔ عالمِ دین بننا فرضِ کفایہ ہے۔ بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ ۲۔ ان طالبِ علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے۔ انشاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ ۳۔ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ ربِّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَآتِ

ذَلِكَ قُرْبَى حَقَّةً وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قربت دار بھی ہو اور طالب علم بھی ہو تو اس پر خرچ کرنا نور علی نور ہے۔
 خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا لعل فرماتا شک کے لئے نہیں بلکہ
 کرموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق یقین ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔
 وَهَلْ تَرَزَقُونَ بضعنا انکم یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے۔ (مرآت)

حدیث : ۶۳

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمُوهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (تَفْهِيمٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا تو انہیں خونم خون کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے تھے الہی میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب التوکل والبر)

تشریح۔

یہ ہے تصویرِ رسولِ حضرات، صحابہ کرام، حضورؐ کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ نبی سے مراد یا نوحؑ ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے۔ ہوش آنے پر پھر تبلیغ فرمانے چلے جاتے تھے یا خود حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انورؐ ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے۔ چہرہ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے۔ زمین پر گرنے سے عذابِ الہی آجانے کا اندیشہ تھا۔ (اشعۃ)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كَمَا مَطْلَبُ هِيَ كَمَا تَوَافِقُ دَعَا عَذَابِ
نَدَى وَرَنَةِ كَفَّارِ كَلِمَةِ بَخْشِشِ كِي دُعَا بَحْكَمِ قُرْآنِ مَنَعِ هِيَ۔

لَا يَعْلَمُونَ كَمَا مَعْنَى هِيَ هِيَ كَمَا هِيَ لَوْ كَمَا مَجْهُدِ بَعْدَانَةِ نَهَى، اَكْر
بَعْدَانَةِ هُوَتَا تَوِي حَرَكَتِ نَدَى كَرْتَا۔ مَعْلُومِ هُوَا كَمَا جَاهِلِ كَا كُنْهَاءِ بَلْكََا هُوَا هِيَ عَالَمِ كَمَا
كُنْهَاءِ هِيَ۔ (مرات)

حدیث: ۶۲

وَعَنْ جُنْدِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يَرَاءَ اللَّهَ بِهِ (رُتَّفَقُ عَلَيْهِ) حِكَاةُ بَابِ الرِّبَا وَالسَّمْعِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت جندبؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہؐ نے کہ جو سنا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھا دے گا۔

(مسلم و بخاری)

تشریح:

جو شخص کوئی عبادات لوگوں کے دکھاوے سنانے کے لئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر اس پر پھنکاری کریں گے۔ تجربہ شامد ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں دیواروں پر لکھواتے ہیں۔ لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شلوپیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھنکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس حدیث پاک کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔

(مرات)

حدیث : ۶۵

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ
يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيُحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ
وَفِي رَوَايَةٍ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ
بُشْرَى الْمُؤْمِنِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الريا والسمعة

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے
عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو اچھا کام کرتا ہے
اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر
لوگ اس سے محبت کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)
تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لئے چھپ
کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔
لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا
ہے۔ اشارتاً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ سوال یہ ہے کہ یا رسول
اللہ کیا یہ بھی ریا ہے تو جواب میں فرمایا یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولت کی علامت
ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے چھپے

ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں 'حضور' نے احادیث میں ایسے شائع ہو گئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ بشارتِ ربانی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ لَهِمْ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ غرض یہ کہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے یا شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔

(مرات)

حدیث : ۶۶

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْآخِرَةِ جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شِمْلَهُ وَ يَأْتِيهِ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللَّهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتْ عَلَيْهِ أَمْرُهُ وَلَا يَأْتِيهِ مِنْهَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالذَّارِقِيُّ عَنْ أَبِي بَانٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعة

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہو تو اللہ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کر دے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت دنیا طلبی ہو تو اللہ فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس پر

اس کے کام پر اگندہ کر دے گا اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لئے
 لکھی گئی۔
 تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شمل جمع ہے شملۃ کی بمعنی حاجت یا عادت
 یعنی اخلاص والے کو رب تعالیٰ ولی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا
 جمع بھی فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔
 ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا، ضروریات اس کے پاس آتی ہیں جو اللہ کا ہو جاتا
 ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے جس جانور کو (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر
 ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی۔ یعنی دنیا اور
 دنیا دار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں، جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں
 پر دیکھا جا رہا ہے۔

ان کے در کا جو ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
 ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

فقیری سے مراد لوگوں کی محتاجی اور ان کا حاجت مند رہنا مراد ہے۔
 دنیاواروں کے دروازوں پر دھکے کھانا اور ان کی خوشامدیں کرنا۔

شَتَّتْ عَلَيْهِ أَمْرَةٌ سے مراد اس کا دل پریشان رہے کبھی روئی کے
 پیچھے دوڑے گا اور کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا یا دیگر ضروریات کے

لئے پریشان پھرے گا اور اللہ اللہ کرنے کا وقت نہ پائے گا۔ یہ بات تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ کُتِبَ لَهُ كَمَا مَطْلَبُ هُوَ كَمَا هِيَ دَوْرٌ دَهْوِیٌّ سَعَى اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگا۔ دنیا اسے وہی ملے گی جتنی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ (مرات)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہش کے مطابق رزق نہیں ملتا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

تعلق حجابست و بے حاصلی
چو پیوند ہا بگسل واصلی

حدیث : ۶۷

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ
فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا الْآمِنُ عَصَمَهُ اللَّهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب الریاء والسمعة

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے 'وہ نبی کریم ﷺ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ اس

کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ سوائے اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے۔
(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

صاحبِ مرآت فرماتے ہیں کہ دینی کمالات، دولت، صحت، طاقت میں یوں ہی دینی کمالات، علم، عبادت، ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً دل میں غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے اس سے گمناہی بہتر ہے۔ ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی و بدنامی اللہ کے قبضہ میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ انہیں زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضورؐ کے تحمل کا تو یہ حال ہے کہ

ان کے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
ان کے حضورؐ سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری
پیش او گیتی . جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبده فرمودہ است

حضورؐ کی چوکھٹ پر دنیا سر رگڑ رہی ہے مگر خود کو یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یہ ہے تحمل اور برداشت۔ حضورؐ کے بعض نائبین کو یہ تحمل اور برداشت نصیب ہو جاتا ہے۔ **إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ** سے یہی مراد ہے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ شہرت پسندی کی بیماری میں مبتلا علماء اور

(مرآت)

عابدین کی تعداد زیادہ ہے۔

حدیث : ۶۸

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلَى الْمَسْجِدِ
رَسُولَ اللَّهِ فَوَجَدَ مَعَاذُ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ
النَّبِيِّ يَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يُبْكِيَنِي بَشْيٌ سَمِعْتُهُ
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ سَمِعْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّ لَيْسِيرَ
الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادَى لِلَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ
بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ
الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يَتَّفَقُوا وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ
يُدْعُوا وَلَمْ يُقَرَّبُوا قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى
يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غُبْرَاءٍ مُظْلَمَةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ
الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ (شكوة باب الرياء والسمعة

ترجمہ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطابؓ سے کہ وہ ایک دن رسول اللہؐ کی
مسجد کی طرف گئے تو نبی کریمؐ کی قبر انور کے پاس معاذ بن جبلؓ کو بیٹھا ہوا پایا جو
رو رہے تھے تو فرمایا کہ آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو
میں نے رسول اللہؐ سے سنی تھی۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی

ریاکاری بھی شرک ہے اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آگیا۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان نیکوں پر ہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ جب وہ غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جائیں، نہ قریب کئے جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر تاریک گرد آلود سے نکلیں۔

(ابن ماجہ، بیہقی)
تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا جس سے لوگ قبر انور تک پہنچ جاتے۔ بہت عرصہ بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب قبر انور تک ہر آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ معاذ بن جبلؓ خاص قبر انور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ اے معاذ! کیوں رو رہے ہو، فراق رسولؐ رلا رہا ہے یا کوئی اور تکلیف۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے۔ اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نصیحت حضورؐ سے سنی مگر اس پر عمل نہ کر سکا۔ اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں۔ کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں۔ انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ہے ریا۔ ان سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس سے تو خاص لوگوں کا بچنا بھی مشکل ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا۔ معاذ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریا کے کسی درجہ میں مبتلا ہوں۔

مزید فرماتے ہیں کہ میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کی ایذا رتب سے جنگ ہے اور اولیاء اللہ ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ کئی دفعہ پڑوسیوں یا دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ کا ولی ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جائے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔ اولیاء تحت قبائیسی لا یعرفہم غیرى میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (مرقات)

خیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں۔ تکوینی ولی اور تشریحی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک و مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے مگر تشریحی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چاہیں متقی مسلمان جمع ہوں وہاں ایک ولی انشاء اللہ ضرور ہوتا ہے اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں مگر ولی ہوتا ہے۔ شاید حدیثِ پاک میں غالباً اس سے وہی اولیاء تشریحی مراد ہوں۔ ممکن ہے اس سے مراد تکوینی اولیاء ہوں کہ اکثر ان میں چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ وہ حضرات کم ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے۔ مثلاً "غوثِ پاک" خواجہ اجمیریؒ اور داتا گنج بخشؒ ہجویری وغیرہ۔ یاد رہے نبوت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ایں مدعیان در طلبش بے خبر اند
آنرا کہ خبر شد خبرش بلند آمد

علماء کے لئے اعلان ضروری ہے کیونکہ العلماء وراثۃ الانبیاء اسی طرح نبوت کا اعلان بھی ضروری لیکن اولیاء اللہ اکثر چھپے رہتے ہیں۔ علماء دین اسلام کی ظاہری پولیس ہے جبکہ ولی اللہ خفیہ پولیس ہیں۔ یہ حضرات بھی اپنے کو ولی نہیں کہتے۔ بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خواہ مخواہ ولی نکلتا ہے۔ جس طرح چراغ سے ہدایت و نور ملتا ہے ایسے ہی ان کے دلوں، ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نور ملتا ہے۔ یہ حضرات حقانیتِ اسلام کی دلیلیں ہیں۔ حق دین وہ ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں انہیں کا راستہ مستقیم ہے۔ فرمان باری ہے۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور فرماتا ہے وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبزہ پھول ہوں، سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا۔ وہ آگ کے لائق ہے۔ اسلام کی اس شاخ کا تعلق حضور سے قائم ہے جس میں ولایت کے پھول ہوں۔ یہ اولیاء اللہ تباریک گھروں، غیر مشہور محلوں، نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت مگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یا یہ مطلب ہے کہ یہ حضرات تباریک گرد و غبار والے عقائد و اعمال و شہادت سے نکل جائیں گے، کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں۔ (مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ہر عالم دین متقی ولی

اللہ ہے۔ اگر متقی عالم، ولی نہ ہو تو کوئی ولی ہی نہیں۔ (مرقات)

مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اور اولیاء کہا جاتا ہے جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہتے ہیں۔ (مرآت)

حدیث : ۶۹

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَيْنَنَا
 أَنَا فِي بَيْتِي فِي مُصَلَّائِي إِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَأَعْجَبَنِي
 الْحَالُ الَّذِي رَأَيْتُ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ رَحِمَكَ
 اللَّهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ لَكَ أَجْرَانِ السِّرُّ وَالْأَجْرُ الْعَلَانِيَّةُ
 (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) مشکوٰۃ باب الرِّیاءِ وَالسَّمْعَةِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلیٰ پر تھا کہ میرے پاس ایک شخص آگیا تو مجھے اپنی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا تو رسول اللہ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں۔ خفیہ کا ثواب اور اعلانیہ کا ثواب (ترمذی) فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح:

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں مصلیٰ پر نوافل یا ورد وظیفہ پڑھ

رہا تھا کیونکہ حضرات صحابہؓ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کے لئے یہ عمل نہ کر رہا تھا ورنہ لوگوں کے مجمع میں کرتا۔ گھر کے گوشہ میں نہ کرتا۔ اس آنے والے نے مجھے مسئلے پر یہ عمل کرتے دیکھا۔ دخل فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے بلایا نہ تھا، نہ اس نے آنا چاہا تھا۔ اتفاقاً ہی آگیا۔ آنے والا ان کا کوئی عزیز یا قریبی ہو گا جو بغیر اذن آسکے یا آپ کے گھر والوں نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔

فَاعْجَبْنِي الْحَالِي س سے مراد ہے کہ آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے

تھی کہ وہ آنے والا بھی میری طرح یہ اعمال کرے مجھے دیکھ کر تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان و اسلام پر گواہ ہو جائے کل قیامت میں بارگاہِ الہی میں مسلمانوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں بہت ہی کام آئیں گی۔ بہر حال یہ خوشی غرور کی نہ تھی بلکہ اللہ کے اس کرم کی خوشی تھی۔ صاحبِ مرقات اور صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ سرکارؐ نے ابو ہریرہؓ کو فرمایا تمہارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی اسی وجہ سے تم گھر کے کونے میں یہ کام کر رہے تھے۔ اللہ نے تمہارے اس کام کو ظاہر فرما دیا۔ یہ بھی اس کا کرم ہے۔ تمہارا اس پر خوش ہونا کہ مجھے مسلمان نے برے کام پر نہ دیکھا بلکہ اچھے کام پر دیکھا۔ یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے، اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی۔ غافل زیادتی مال سے خوش ہوتا ہے۔ مومن غافل توفیقِ اعمال سے، رب فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ

فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا نَبِي كَرِيمٌ نے فرمایا کہ جسے گناہ پر رنج اور نیکی پر خوشی ہو وہ کمال مومن ہے لہذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے۔
(مرقات و اشغاف)
بہر حال ریاء اور اخلاص کا مدار نیت پر ہے۔

حدیث: ۷۰

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
يَقُولُ مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِي
فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ
رَوَاهُ أَحْمَدُ مَشْكُوهٌ بَابُ الرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ

ترجمہ:

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے، اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اس نے شرک کیا۔

تشریح:

شراح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شرک دو قسم کا ہے۔ شرک جلی یعنی کھلم کھلا شرک، بت پرستی کرنا اور شرک خفی ریاکاری ہے۔ یوں کہو کہ شرک اعتقادی

تو کھلا شرک ہے اور شرک عملی ریاکاری ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ کل ما صدک عن اللہ فهو صنمک جو تمہیں اللہ سے روکے وہی تمہارا بت ہے، نفس امارہ بھی بت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی ریاکاری ہو سکتی ہے۔ ہاں روزے میں ریا خالص نہیں ہو سکتی، اسی لئے ارشاد ہے

الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت کلیاں کرتے، سر پر پانی ڈالتے رہتے ہیں، کہتے پھرتے ہیں، ہائے روزہ بہت لگا ہے، بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ۔ یہ بھی روزے کی ریا ہے اور اس حدیث میں داخل ہے۔ خیال رہے ریا کی دو قسمیں ہیں، ایک ریا اصل عمل میں، دوسری ریا وصفِ عمل میں۔ اصل عمل میں ریا یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھ لے، نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں۔ وصفِ عمل میں ریا یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے۔ تنہائی میں معمولی طرح پڑھے۔ پہلی ریا بہت بُری ہے اور دوسری اس سے کم بُری ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

کلید در دوزخ است آن نماز

کہ در روئے مردم گزاری دراز

(مرآت المناجیح)

حدیث : ۷۱

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ خُذِرِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ

وَنَحْنُ نَتَذَكَّرُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ
بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ
فَقُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الشِّرْكَ الْخَفِيُّ أَنْ
تَقُومَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيَ فَيَزِيدُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى
مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) مُشْكُوَةٌ بَابُ الرِّيَاءِ وَالسَّمَةِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہؐ تشریف لائے جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ۔ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آکر دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:

خَرَجَ عَلَيْنَا یعنی دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے نماز کا وقت تھا یا ایسے ہی حضرات صحابہؓ کا مجمع تھا اور اتفاقاً دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی

قیامت کے قریب۔ پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا کہ نہیں۔ نہ اس کے پاس جائے نہ اس پھندے میں پھنسے۔ مگر ریاکاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے اس لئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ اگر اکیلے نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے، مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب دراز پڑھے۔ یہ ہے وصف میں ریا۔ جب یہ بھی شرکِ خفی ہو تو اصل نماز میں ریا بہت ہی خطرناک ہے۔ ریا کی دو قسمیں گذشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکی ہیں۔ اصل عبادت میں ریا زیادہ خطرناک ہے نماز کا ذکر مثلاً "فرمایا ہر نیکی کا یہی حال ہے۔ اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں۔ عموماً" ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا رہے۔ لوگ خوب واہ واہ کہیں۔ بعض واعظین بغیر داد لئے وعظ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص عطاء فرمائے۔ ریا والی عبادت گھنے ہوئے تخم کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی۔ یا جیسے بادام بغیر مغز کے کسی کام کا نہیں ہوتا۔ (مرآت)

حدیث : ۷۲

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِي صَخْرَةٍ لَا بَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهُ إِلَى النَّاسِ كَمَا نَشَأُ مَا كَانَ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ روزن تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آوے گا جو عمل بھی ہو۔

تشریح۔

صاحبِ مرات فرماتے ہیں کہ فرض کرو کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہنچ سکے نہ کوئی روزن و سوراخ ہو جس سے کوئی جھانک سکے۔ یعنی کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۔ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم ریاء کر کے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو۔ تم اخلاص سے نیکیاں کرو، خفیہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتا دے گا۔ لوگوں کے دل تمہیں خود بخود نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی مجرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں، لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لوگ یوں ہی حضور غوثِ پاکؒ، خواجہ اجمیریؒ کو دلی کہتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کہلوا رہا ہے کہ یہ اس فرمانِ علی کا ظہور ہے۔

نیک اعمال کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے، فرمانِ باری ہے سَيَمَاهُمُ فِي
وَجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السَّجُودِ تجربہ تو یہ ہے کہ خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ

دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہو گئے۔ گناہ گاروں نے دیکھا تو نہ صرف گناہوں سے تائب ہوئے بلکہ متقی بن گئے۔

(مرات از شیخ الحدیث مفتی احمد یار خاں نعیمی)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے لقاے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حدیث : ۷۳

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الْآ
أَخْبِرْكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ
أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ إِلَّا أَخْبِرْكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ
كُلِّ عَتَلٍ جَوَّازٍ مُسْتَكْبِرٍ (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِيُمْ
كُلِّ جَوَّازٍ زَنِيمٍ مُسْتَكْبِرٍ) شُكْرَةُ بَابِ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں۔ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جاوے، اگر وہ

اللہ پر قسم کھا جائے۔ تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے گا۔ کیا میں تمہیں آگ والے نہ بتاؤں۔ ہر سخت دل، بدکار، متکبر۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی غرور والا

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تکبر، جبر، ظلم نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قوی اور طاقت ور مسلمان پسند ہیں۔ یعنی اس میں طاقت تو ہو مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے اور متضعف کے معنی ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں۔ مسلمان تو بڑی عزت والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذْلَلْنَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِعْزَّةَ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ۔

لَوْ اَقْسَمَ عَلٰى اللّٰهِ كَمَا مَطْلَبُ هُوَ كَمَا اِگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے ہاں بیٹا ہو گا یا قسم بخدا آج بارش ہو گی یا اسلامی لشکر کو فتح ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم ضرور پوری فرمادے۔ ضرور اس کے بیٹا ہو، ضرور بارش آئے، ضرور لشکر اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی رضا چاہتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا وَكَسُوْفٌ يَّرْضٰى اور اپنے محبوب کے لئے فرمایا وَكَسُوْفٌ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى معلوم ہوا بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے کہ ان کے منہ سے نکلی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔

عقل کے بہت معنی ہیں۔ سخت دل، بدزبان، جھگڑالو۔ اسی طرح جو اظہار کے معنی۔ موٹا، فریب، بدکار، فاسق، بخیل، جو اپنا مال چھپائے اور دوسروں کے مال پر نظر رکھے۔ (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں۔ زینم بنا ہے زنم سے یعنی کان کٹی بکری، جس کا کان کٹ کر لٹک رہا ہو۔ اصطلاح میں زینم حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوسری قوم سے ملحق ہوتا ہے۔ جیسے ولید بن مغیرہ۔ یہاں زینم معنی شری و لثیم ہے جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شری و خبیث ہوتے ہیں۔ (مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہ جاوے گا۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ اولاً جنت میں نہ جائے گا۔ (مرقات)

حدیث : ۷۲

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) سُكُوتٌ بَابِ النَّفْيِ وَالْكَبْرُ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا اچھا ہو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمل کو پسند فرماتا ہے۔ غرور، حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے۔

(مسلم)

تشریح

فرمانِ علی کے چند معنی ہو سکتے ہیں۔ (i) دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا، یہ کفر ہے۔ (ii) دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ (iii) جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ غرور لیکر جنت میں نہ جائے گا۔ پہلے رب تعالیٰ اس کا تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے *ونزعنا ما فی صدورہم من غلّٰ* *اخواناً علی سررٍ متقابلین* آگ میں کبہ اور غرور ہے اور خاک میں عجز و انکساری۔ بلغ کھیت میں لگتے ہیں، آگ میں نہیں۔ اسی طرح ایمان و عرفان کے بلغ، خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں۔ آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے۔

سائل سمجھے کہ شاید اچھا لباس، اچھا جوتا پہننا، بھی غرور میں داخل ہے۔

اس میں اپنی ملداری یا بزدالی کا اظہار ہے نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے۔ سوال درست ہے فرمایا رب تعالیٰ ذات و

صفات میں جمیل ہے، اچھا ہے، مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی علوات، صورت، لباس، اور اعمال اچھے رکھے تاکہ خالق کی صفتِ جمیل کا مظہر بنے۔ نیز اس لباس میں ربِ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے رب فرماتا ہے **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** اے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔ متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو صرف اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔ (مرأت)

حدیث : ۷۵

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ثَلَاثَةٌ لَا يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَكُفُّوا عَذَابَ الْيَمِّ شَيْخُ زَانٍ وَ مَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب العضبۃ البکر

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی

طرف نظر کرے گا اور ان کے لئے دروناک عذاب ہے۔ بڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور
(مسلم) فقیر غرور والا۔

تشریح:-

ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ ان تین قسم کے لوگوں سے اللہ
تعالیٰ کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا۔ غضب و قہر کا کلام کرے گا، لہذا حدیث واضح
ہے یا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدلِ الہی کا ظہور ہو گا تب ان
سے کلام نہ کرے گا یا مطلقاً "بلا واسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے
گا۔ (مرقات)

ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔
تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ ربِ تعالیٰ ان پر نظرِ رحمت نہ کرے گا بلکہ
نظرِ قہر کرے گا۔ زنا اگرچہ بہر حال بُرا ہے، سخت گناہ ہے مگر بڑھا آدمی زنا کرے تو بد
ترین گناہ ہے کہ اس کی شہوتِ قریبا "ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جو ان
آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

بعض لوگ مجبوراً "جھوٹ بولتے ہیں بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے
خوف سے جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے
روزی کماتے ہیں۔ بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو
بلا وجہ ہی بولتا ہے۔ حکومت والوں، مال والوں کے پاس غرور و تکبر کے اسباب
موجود ہیں اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے
اس کا تکبر بدترین جرم ہے بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری، معمولی

کام نہیں کرتے زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے۔ خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں۔ وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں۔ بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لئے بڑے ملدار رشتے تلاش کرتے ہیں اسی تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت بُرے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب اس فرمانِ عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق، محبوبِ کبریا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر جو ہم پر ہمارے والدین بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ اللهُ تَعَالَى ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔

(مرات المناجیح)

حدیث : ۷۶

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ أَنَّهُمْ عَلِيمٌ مِّنْ كُلِّ أَوْخُنٍ يَرِي (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبَا لِأَيَّانَ) شُكْرَةُ بَابِ الْغَضَبِ الْبَكْرِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ نے ممبر پر فرمایا اے لوگو انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکسار و عجز کرتا ہے اللہ اسے اونچا کرتا ہے تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا، حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُر سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

تشریح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ برسرِ ممبر اعلان فرمایا کہ ہر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ نرم رہے۔ ربِّ تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔ اِذْلَّةِ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ اِعْزَّةِ عَلٰی الْكٰفِرِيْنَ جو شخص اپنے کو رضاء الہی کے لئے مسلمانوں کے لئے نرم کر دے ان کے سامنے انکسار سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا فرماتا ہے اور اسے بڑی بلندی بخشتا ہے۔ حضور نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ صَغِيْرًا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ الہی مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا، لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے ہیں اور لوگ ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔

پیش او گیتی جہیں فرسودہ است
خویشترن را عبده فرمودہ است

حضورؐ نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا۔ دنیا ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے۔
آج حضورؐ کے آستانہ کا غبار بھی قیمتی ہے۔ بعض لوگ شیخی کے مارے اڑ جاتے
ہیں۔ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں۔ دیکھ لو، ابلیس
اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے یہ ہے
اس فرمانِ علی کا ظہور۔ لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے، مومنوں کی نگاہ میں ذلت و مردوئیت کی دلیل
ہے۔ خدا کی پناہ۔
(مرأت المناجیح)

حدیث : ۷۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْجِيَاتٌ
وَتَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللَّهِ فِي الْبَيْتِ
وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْفَضَا
فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوَى مُتَّبِعٌ وَشُحٌّ
مَطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهِيَ أَشَدُّ هُنَّ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں 'یہ کہ اللہ سے ڈرنا ہے' خفیہ اور علانیہ اور سچی بات کہنا ہے خوشی اور ناخوشی' میں اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں۔ لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے کو اچھا جانتا۔ یہ ان سب میں سخت تر ہے۔

(مشکوٰۃ باب الغضب والکبر)

تشریح

فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت ہر حالت میں نیک کام کرے، اللہ سے ڈرے، اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اللہ نصیب کرے۔ قصد میانہ روی یعنی ہر حالت میں سچ بولے، غصہ اور خاموشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے، نہ بخل کرے نہ فضول خرچی۔ کمانا ایک کمال ہے اور صحیح خرچ کرنا پچاس کمال درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے کا مطلب ہے کہ جو دل چاہے وہ کرے جائز ناجائز کا خیال نہ کرے اس کی باگ ڈور نفسِ امارہ کے ہاتھ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہوگا۔ پر ایسا مل ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں وہ ادا نہ کرنا، گناہ میں مشغول رہنا، یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے۔ بخل کا نتیجہ حرص ہے۔

(مرقات)

اعجاب المرء بنفسه یعنی کسی کی بات نہ ماننا، خواہ کتنی اچھی ہو
 اپنی بات ہی منوانا، خواہ کتنی ہی بری ہو۔ اپنے کو کامل سمجھنا دوسروں کو ناقص جاننا
 یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے۔ ہر عیب سے پاک ہونا، ہر خوبی سے موصوف ہونا اللہ
 تعالیٰ کی صفت ہے جو اپنے کو ایسا سمجھے وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے۔ ہم سب
 عیب دار ہیں۔ بے عیب ذات، اللہ کی ذات ہے یا اس کی جسے بے عیب بنا دے
 جیسے فرشتے یا انبیاء یا بعض اولیاء کرام۔ (مرقات)

حدیث : ۷۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اتَّذَرُونَ مَا
 الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمَفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ
 فَقَالَ إِنَّ الْمَفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَ
 قَذَفَ هَذَا وَآكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ
 هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ
 فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يَقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ
 مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي
 النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب انظلم

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنکال کون ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مل و سلمان تو فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آئے کہ کسی کو گلی دی، کسی کو تہمت لگائی، کسی کا مل کھلایا، کسی کا خون بہلایا، کسی کو مارا، تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں اور کچھ اس مظلوم کو پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے۔

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مفلس سے مراد کال پورا پورا غریب ہے یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو مگر حقیقتاً مفلس ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے محاورہ و اصطلاح میں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس مل نہ ہو، بہر حال حضور کا سوال حقیقت پر مبنی ہے، صحابہ کرام کا جواب عرف پر ہے۔ فرمایا وہ نیک اعمال سے بھرپور آئے، ملل بدنی ہر طرح کی نیکیاں اس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دنیا کی تو نگری مل سے ہے۔ آخرت کی تو نگری اعمال سے ہے۔

صاحبِ مرقت نے فرمایا کہ اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً

درست ہوں اور عند اللہ قبول ہوں، تقویٰ کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو ہے بری

چیزوں خصوصاً لوگوں کی حق تلفی سے بچتا۔ دوسرا بازو ہے نیک اعمال کرنا۔ یہ نفی ہے اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضورؐ کا امتی ہے کہ اسے حضورؐ نے امتی فرمایا، دوسرا یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ ہاں نیکیوں کا بقا اس سے ہے کہ اس نے کسی کے حق نہ مارے ہوں، وہ شخص نیکیاں لے کر تو آئے مگر اس کی نیکیاں کچھ تو قرض خواہ لے لیں، کچھ دوسرے مظلوم لوگ۔ یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں۔

تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک۔ بعض کا اس سے بھی زیادہ، یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہو گا۔ اصل ایک نیکی بھی نہ چھینی جائے گی یعنی روزہ، قرض دار کو نہ دیا جائے گا کہ فرمایا جائے گا۔ **الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ رَوْزَهٗ** میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہوگی جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔

(مرقات)

معلوم ہوا قرض، بلکہ سارے حقوق العباد کی نہ معافی ہے نہ شفاعت۔ بغیر صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہو سکتے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر، بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مفلس وہ ہے جو مرنے کے بعد ہو گا، اصل نیکی اہل حقوق کو نہ دی جائے گی بلکہ وہ زیادتیاں جو رب کے فضل سے ملی ہیں وہ دے دی جائیں گی۔

روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جائے گی نہ زیادتی۔ اہل حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے۔ دنیا میں مقروض کا مکان، سلمان اہل حقوق کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خیال رہے یہاں سینکڑوں سے مراد بُرے عقائد نہیں بلکہ بُرے اعمال ہیں وہ بھی صغیرہ۔ لہذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا، چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جائے گی۔ (مرأت)

حدیث : ۷۹

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ . (شکوۃ باب الظلم)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے۔

تشریح

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما کر دے۔ دنیا اس کی بڑھائے، آخرت اپنی برباد کرے جیسا کہ ظالم حکام

رعایا پر ظلم کر کے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ دنیا دار کی ناجائز تعظیم و توقیر کر کے خود گناہ گار ہوا کرے جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا وطیرہ ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۸۰

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَيُّكُمْ دَعَا إِلَى الْمَظْلُومِ فَإِنَّمَا يُسْأَلُ اللَّهُ حَقَّهُ وَ
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ
 الْإِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

مظلوم کافر ہو یا مسلمان، فاسق ہو یا پرہیزگار، دُعا خواہ زبان سے ہو یا دل سے، خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو، صبر کا گھونٹ پی جانے سے ان سب سے ہی بچو۔ مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے وہ اپنا حق مانگتا ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں

ظلم نہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ خدا کی لاشھی بے آواز ضرور ہے مگر بے انصاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ عادل بادشاہ ہے ہر حق والے کو اس کا حق دلواتا ہے۔ خواہ جلدی یا دیر سے۔ دوسرے کا حق سخت ہڈی ہے کہ اگر نکل لی جائے تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے۔

بہت دفعہ ہماری دعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ بدعائیں ہمارے پیچھے پڑی ہوتی ہیں۔ خاص کر مظلوموں کی بددعا کا اجابت استقبال کرتی ہے۔

بترس از آہِ مظلوموں کہ ہنگام دعا کرون
اجابت از درِ حق بہرِ استقبالِ می آید

حدیث : ۸۱

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

شکوٰۃ باب الرزق والحیاء وحسن الخلق

ترجمہ

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن اچھی عادت سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

تشریح:-

مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے۔ (مرقات)
خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفل روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ اعلانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفل روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ لازم سے متعدی اچھی ہے۔ (مرأت)

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ حضرت ابو بکر اکتسانی فرماتے ہیں کہ تصوف، اخلاقِ حُسنہ کا نام ہے۔ جو شخص تم پر اخلاقِ حُسنہ میں فوقیت لے جائے، سمجھو کہ تزکیہٴ نفس اور قلبی صفائی میں بھی وہ سب سے آگے ہے۔

حدیث : ۸۲

وَعَنْ أُمِّ كَلثُومَ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ قَالَتْ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِنِي خَيْرًا (مَنْقُولٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْخِصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبُ الْإِثْمِ فِي ثَلَاثِ الْحَرْبِ وَالْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا. مشکوٰۃ باب ما ينهى عنه من التجار

ترجمہ

روایت ہے حضرت امّ کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے۔ بات بھلی کہے اور بھلی بات پہنچائے۔ (مسلم و بخاری)

مسلم نے یہ زیادتی کی کہ 'فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کی اجازت دیتے ہوں سوائے تین جھوٹ کے۔ جنگ، لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنے خاوند سے بات۔

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ام کلثوم صحابیہ ہیں۔ انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ بعد ہجرت عبدالرحمن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے بالکل نکاح نہیں کیا۔ ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور

کافر ہے جو حضورؐ کا سخت ترین دشمن تھا۔ (اشعۃ للمعات)

اُمّ کلثوم بنت رسول اللہؐ اور ہیں جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں اور اُمّ کلثوم بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے شکم سے ہیں وہ اور ہیں یہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنا دے کہ وہ تمہاری بہت تعریف کرتا تھا۔ تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ۔ بھلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارتاً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اور اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں۔ بے گناہ کا اپنے آپ کو گناہ گار، کہنا ہے تو جھوٹ مگر ربؐ کو مقبول ہے، پسند ہے۔ شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِي مِنَ النَّارِ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينِ (القرآن) مگر اس سچ پر ہی مردود ہوا۔ بہر حال یہ حدیث بہت جامع ہے۔ جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ۔ حضورؐ نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ جماد میں اگر مسلمان کمزور ہوں، کفار قوی، پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقت ور ہیں، تم کو فنا کر دیں گے۔ ہمارے پاس سلمان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ اگرچہ یہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت

ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے۔ یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے۔

مرأت

حدیث: ۸۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيُّكُمْ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) شكوة باب المحب في الله ومن الله

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ - (مسلم)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حکم ہو گا کہ وہ مسلمان ہماری بارگاہ میں

حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا، میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ اس لئے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے۔ میرے بندوں کو راضی کر کے۔ ظِلّ کے معنی ہیں، سایہ۔ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے پناہ، امان جسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظِلّ اللہ ہے یا بزرگوں کو لکھتے ہیں، دامِ ظلّم۔ اگر یہاں سایہ کے معنی میں ہے تو مراد ہے، عرشِ اعظم کا سایہ، کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے، ربّ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد اس سے پناہ ہے تو معنی ظاہر ہے۔ (مرات)

یہاں شارح مسلم اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بروزِ قیامت ربّ العالمین فرمائے گا کہ میری جلالِ ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم، میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے، کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (ترجمہ) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (ترجمہ) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ

سے محبت کریں گے۔ حدیث مذکور میں ہے کہ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں۔ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا۔ آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔ علامہ وشتانی ابی مالکی فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں ہے میرے عرش کا سایہ 'بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں۔

(صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدرِ اعمال سایے ہوں گے جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں گے لیکن سب سے عظیم اور مکرم سایہ عرش کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا۔ ان نیک بندوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے۔ (شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۸۲

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ

چکیں اور مل رہی ہیں۔ آخرت کی صرف تیاری یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے۔ دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے کو انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ اور رسولؐ سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔ ساری عبادات محبت کی فروغ ہیں مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ مطابعت ضروری ہے۔ برات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا سے تعلق کی بناء پر ملتا ہے۔ اگر رب العالمین سے کچھ لینا ہے تو رَحْمَتُ الْعَالَمِينَ سے تعلق پیدا کرو۔

فَرِحُوا۔ یعنی صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد آج یہ فرمانِ علیؑ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضراتِ صحابہؓ حضورؐ پر دل و جان سے فدا تھے۔ ان میں سے بعض تو حضورؐ کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضورؐ کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے مگر جنت میں کیا بنے گا کہ حضورؐ کا مقام اعلیٰ عَلَیِّین سے بھی اعلیٰ ہو گا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔

آج حضورؐ نے پردہ اٹھا دیا، تمام کو تسلی دے دی، فرما دیا کہ جس کو مجھ سے صحیح محبت ہوگی اسے مجھ سے فراق نہ ہوگا۔ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ ادھر ربِّ کائنات قرآن پاک میں اپنی محبت کا راستہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

خیال رہے کہ حدیثِ پاک میں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد نہیں بلکہ

ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خواص، خدامِ سلطان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں۔ سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کل حضورؐ کا قُرب نصیب ہو جائے۔ اس قُرب کا ذریعہ حضورؐ سے محبت ہے اور حضورؐ کی محبت کا ذریعہ اتباعِ سنت، کثرت سے درودِ پاک پڑھنا اور آپؐ کے حالاتِ طیبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے۔ یہ صحبت اکثیرِ اعظم ہے۔

(مرات)

حدیث : ۸۵

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ
لَأَنَاسًا مَأْمُومًا بِأَنْبِيََاءٍ وَلَا شُهَدَاءَ يَغِيْبُهُمُ الْإِنْبِيَاءُ
وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ قَالُوا يَا
رَسُولَ اللَّهِ نَخْبِرُ نَامِنُهُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ
اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطُونَهَا فَوَ
اللَّهُ إِنْ وَجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ
إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَقَرَأَ
هَذِهِ الْآيَةَ إِلَّا إِنْ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَأَخْوَفُ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُونَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ

عَنْ أَبِي مَالِكٍ بَلْفُظٍ الْمَصَابِيحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَلِكَ فِي شُعْبِ
الْإِيمَانِ (شکوۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ان پر حضرات انبیاء و شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے، ان کے قُربِ الہی کی وجہ سے۔ لوگ بولے یا رسول اللہ! ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، بغیر آپس کی قربت داری کے اور بغیر آپس کے مالی لین دین کے تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے تو یہ نہ ڈریں گے، اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ خبردار رہو، بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر ڈر ہے، نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد) اور اسے شرح سنہ میں حضرت ابو مالک سے روایت کیا۔ مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب الایمان میں ہے۔

تشریح:

آناسی جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور وہ ایک دو نہیں بلکہ پوری جماعت ہے۔ یہ اولیاء اللہ اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ان حضرات کے قُربِ الہی کی انبیاء و شہداء تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی و بے فکری پر

رشک کریں گے۔ بروزِ قیامت گناہگاروں کو اپنی اور انبیاء کرام کو اپنی اُمت کی فکر بھی ہوگی غم بھی مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے۔ اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء سے افضل ہوں۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الْاٰیْنَ اَوْلِیَآءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** یہاں اولیاء اللہ ارشاد ہوا، انبیاء اللہ ارشاد نہ ہوا۔

رُوْحُ اللّٰهِ قَوِّیْ یہ ہے کہ رُوْحُ اللّٰهِ را کے ضمہ سے ہے۔ معنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن حکیم ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **اَوْحٰیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا** من امرنا اس کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ بچے مسلمان ہیں اور ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قربتداری اور مالی لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ حضورؐ کا مطیع فرمان ہے، خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ فی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے۔ اپنے عزیزوں، قربتداروں سے نہ چاہیے اگرچہ وہ کیسا ہی نیک اور صالح ہو۔ چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بناء پر ہوتی ہیں اس لئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ طمع، لالچ، مال کی زیادتی ہوتی ہے۔

وَجُوْهُهُمْ لَنْوُرٍ یعنی ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے

ممبروں پر ہوں گے۔ جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزز آدمی کو عزت کی جگہ بٹھلایا جاتا

ہے اسی طرح رب تعالیٰ انہیں عزت کی جگہ پر بٹھائے گا تاکہ اہل محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو۔ اس ارشادِ عالی نے حضرات انبیاء کے رشک کی وجہ بیان فرمادی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہوں گے۔ اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جائے گا۔ نہ انہیں اپنے بخشے جانے کی فکر، کہ وہ بخش دیئے گئے اور نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں، لہذا حدیث بالکل واضح ہو گئی۔ آیتِ کریمہ یا تو حضورؐ نے تلاوت فرمائی، اپنے فرمان کی تائید کے لئے یا حضرت عمرؓ نے تلاوت کی۔ حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیات سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہو گا اور نہ ثواب جاتے رہنے کا غم ہو گا۔

(مرات)

حدیث : ۸۶

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَدُرُونَ أَيْ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ قَائِلٌ الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَقَالَ قَائِلٌ الْجِهَادُ قَالَ النَّبِيُّ إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُعْضُ فِي اللَّهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلَ الْأَخِيرَ) مَشْكُوتُ بَابِ الْحُبِّ فِي اللَّهِ مِنْ اللَّهِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، کسی کہنے والے نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا کہ جہاد۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے۔ (احمد اور ابو داؤد نے آخری حصہ روایت کیا)

تشریح:-

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور انورؐ حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اچانک حجرہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے۔

(مرقات)

غالباً یہ تشریف آوری نماز کے لئے نہ تھی بلکہ ان حضرات کو شرف ملاقات بخشنے کے لئے۔ اس لئے عَلَيْنَا فرمایا أَحَبُّ فرمایا افضل نہ فرمایا۔ اس لئے کہ محبوبیت کے لئے افضلیت لازم نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ حضور انورؐ کو محبوب ترین ہیں مگر حضراتِ شیخین حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔

(مرقات)

ان حضرات نے افضلیت اور احبیت میں فرق نہ فرمایا۔ چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے یہ جواب دیا یہاں ”و“ معنی او ہے۔ خیال رہے کہ عموماً نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز زکوٰۃ اور جہاد بھی الْحُبُّ فِي اللَّهِ کی شانیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور

تمام گناہوں سے نفرت اَلْبُغْضُ فِي اللّٰهِ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہے۔ یوں ہی نمازیوں، عبادوں سے محبت اللہ کے لئے ہے۔ کفار اور فساق سے نفرت اللہ کے لئے ہے نیز کل قیامت میں جس عامل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہی اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے عداوت ہے۔ لہذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست، دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے۔ لہذا یہ رب تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے۔ ابو داؤد نے حضور انورؐ کا تشریف لانا سوال فرماتا اور صحابہ کا مذکورہ جواب دینا اسکا ذکر کیا بلکہ احب الاعمال سے روایت فرمائی۔

مرات

حدیث : ۸۷

وَعَنْ أَبِي رَزِينٍ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَلَكٍ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي تُهَيِّبُ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ أَهْلِ الذِّكْرِ وَإِذَا اخْلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللَّهِ وَأَحِبِّ فِي اللَّهِ وَبُغْضِ فِي اللَّهِ يَا أَبَا رَزِينٍ هَلْ شَعَرْتَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ زَائِرًا أَخَاهُ شَيْعَةً سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَيَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّهُ

وَصَلَّ فِيكَ فَصِلُهُ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَعْمَلَ بِجَسَدِكَ
فِي ذَلِكَ فَافْعَلْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو رزین سے 'ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس چیز کی اصل پر رہبری نہ کروں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پاؤ تم ذکر والوں کی مجلس اختیار کرو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو اور اللہ کی راہ میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو۔ اے ابو رزین کیا تمہیں خبر ہے کہ کوئی شخص جب اپنے گھر سے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر (۷۰) ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں وہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الہی اس نے تیری راہ میں (تعلق) جوڑا ہے تو اسے جوڑ۔ تو اگر کر سکو کہ اپنے جسم کو اس میں مشغول کرو تو ضرور کرو۔

تشریح:-

صاحبِ مرقات و اکمال فرماتے ہیں کہ ابو رزین کا نام لقب ابن عامر ابن صبر ہے عقلی ہیں۔ طائف کے رہنے والے تھے۔ مشہور صحابی ہیں۔ آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمرو وغیرہ ہمہ حضرات نے روایات لیں۔

مِلاکِ مِیم کے کسرہ سے وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو جیسے دل کہ اس پر جسم قائم ہے اس کا ترجمہ اصل بہت مناسب ہے ہَذَا لِأَمْرٍ سے مراد دین ہے

یا دین و دنیا کی تمام خوبیاں۔ دوسرے معنی یہاں زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اَلَّذِي
تَصِيبُ بِهِ۔۔۔ الخ سے معلوم ہو رہا ہے یعنی اے صحابہ کیا ہم تم کو دین و
دنیا کی تمام خوبیوں کی اصل سب کی جڑ نہ بتادیں۔

مجالس سے مراد علماء دین اور اولیاءِ کاملین و صالحین و اعلیٰ کی مجالس
ہیں کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغات ہیں جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے
یہ مجالس خواہ مدرسے ہوں یا درسِ قرآن و حدیث کی مجالس یا حضراتِ صوفیاء
کرام کے ذکر کی محفلیں۔ یہ فرمان بہت جامع ہے۔ جس مجلس میں اللہ کا خوف
حضور کا عشق اور اطاعتِ رسول کا شوق پیدا ہو وہ مجلس اکسیر ہے۔ انسان کی دو ہی
حالتیں ہوتی ہیں، خلوت یا جلوت۔ اس فرمانِ علی میں دونوں کی اصلاح فرمادی گئی
جلوت ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں، خلوت ہو تو اللہ کے ذکر میں، بعض مشائخ نے
اس فرمانِ علی سے دلیل پکڑی کہ ذکرِ خفی افضل ہے۔ ذکرِ جلی سے، بعض نے فرمایا
کہ ذکرِ لسانی افضل ہے کیونکہ یہاں زبان ہلانے کا حکم دیا گیا ہے مگر انسان بھی
مختلف ہیں۔ حالات بھی مختلف، بعض حالات میں ذکرِ جلی افضل، بعض وقت ذکرِ
خفی افضل۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اذان اور حج کی تلبیہ نمازِ جہری قرات آہستہ کہی
جائیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نمازِ تہجد اور نمازِ خفی میں قرات جہر سے کی جائے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذکر وہ بہتر ہے کہ ذکر میں غافل ہو اور مذکور سے
باقی ہو وَذَكَرَ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ سب کچھ بھول کر اپنے سے بھی غافل ہو کر
رب کو یاد کرو ذکرِ جہری ہو یا خفی۔ وَاحْبَبْتُ فِي اللَّهِ عِنِّي جوتھیں اللہ کے ذکر پر

مددے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے، اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو، اگرچہ تمہارا عزیز ہو۔

شَيْعَةٌ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَعْنِي أَسْوَءَ شَخْصٍ كَغَرِّكَ
پہنچاتے ہیں یہ پہنچانا عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور یہ پہنچانا دعائے خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی اللہ کے لئے کی جاتی ہے۔

فرشتے دعا مانگتے ہیں کہ اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتہ بندگی رشتہ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنا لے۔

فَاعْفُ عَنِّي - یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت ہیں لہذا اسے ہمیشہ کیا کرو۔ بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو با وضو اور ذکر الہی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے بروایت ابو یعلیٰ حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر (۷۰) درجہ افضل ہے۔

(مرقات و مرآت)

حیث : ۸۸

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

عَالٌ جَارِيَتَيْنِ حَتَّىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَذَا
وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو لڑکیوں کو پالے حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا۔ (مسلم)

تشریح :-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں خوش دلی سے دو لڑکیوں کو پال دینا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں ہوں یا یتیم بچیاں۔ کل قیامت میں حضور انورؐ سے قرب کا ذریعہ ہیں اور جس کو اس دن حضورؐ کا قرب نصیب ہو جائے اسے سب کچھ مل جائے۔

گر محمد کا ساتھ ہو جائے

پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں جلا کر دیا جائے پھر

ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی۔

(مسلم و بخاری)

اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے۔ لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں والدین کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور مرنے کے بعد ختم یا فاتحہ بھی زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتا ہے۔ اکثر لڑکے بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور بربادی بھی کرتے ہیں۔

(مرأت)

حدیث : ۸۹

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَغَيْرُهُ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ اپنا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی۔ انگلی سے اشارہ فرمایا ان کے درمیان کچھ

کشادگی فرمائی۔

تشریح:-

(بخاری)

یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لفظ

یتیم ان دونوں کو شامل ہے۔ (مرقات)

جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مر گئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا

ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں انسان یتیم مراد ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ وہ یتیم

خواہ اپنا پوتا، نواسہ، مہتیجہ یا بھانجا ہو یا کوئی غیر کا بچہ جس سے یہ رشتہ داریاں نہ

ہوں۔ فرمایا جس طرح ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں

مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دوری نہ ہوگی اس کو مجھ سے بہت ہی قُرب

نصیب ہوگا۔

حدیث : ۹۰

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَهْلَ الْجَنَّةِ
ثَلَاثَةٌ ذُو سُلْطَانٍ مُتَقِسطٍ مُتَّصِلَةٍ قُ مَوْفِقٍ وَرَجُلٌ رَحِيمٌ
رَقِيقُ الْقَلْبِ يَكُلُّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٌ وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ
ذُو عِيَالٍ وَأَهْلَ النَّارِ خُمْسَةُ الضَّعِيفِ الَّذِي دَلَّ زُبْرُلَهُ
الَّذِينَ هُمْ فِيكُمْ تَبِعٌ لَا يَبْغُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ

الَّذِي لَا يَخْفَى لَهُ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ الْأَخَانَةَ وَرَجُلٌ
 لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِي إِلَّا وَهُوَ يُنَادِيكَ عَنْ أَهْلِكَ وَ
 مَا لِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْكُذِبَ وَالشَّنْظِيرَ الْفَعَّاشُ
 (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مَسْكُوتٌ بِأَبِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةَ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ تین ہیں۔ وہ حاکم جو عدل والا، صدقہ والا، توفیق والا
 اور وہ شخص جو رحم دل اور نرم دل ہو ہر قرابت والے پر اور وہ مسلمان جو پاک
 دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیالدار ہو۔ آگ والے پانچ ہیں، وہ کمزور جس کی
 خود اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں رہیں، تمہارے تابع ہو کہ، نہ گھریا چاہتے ہیں نہ
 مل اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی، اگرچہ معمولی چیز ہو مگر
 خیانت کر لیتا ہو اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہ ہی شام کرتا ہے مگر وہ تم کو دھوکہ
 دیتا رہتا ہے تمہارے گھریا اور تمہارے مل میں اور حضورؐ نے کنجوسی اور جھوٹ
 کا بھی ذکر فرمایا اور بد خلق اور فحش گو۔

(مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میری امت میں تین قسم
 کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔ سلطانِ مُقْسِط یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں

کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرے اگر حاکم درست ہو جائے تو رعایا خود بخود درست ہو جاتی ہے۔ یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو۔

زُوْ عِيَالٍ وَهُوَ مُسْلِمَانٍ جُو بِلَوْجُوْدِ عِيَالِدَارِ هُوْنِے كِے كِسِي سِے بھِيك نِے مَانْگِے اُور گناہ كِے قَرِيْب نِے جَائِے۔ اَلَّذِي لَا زَبْرَ لَهٗ يَعْنِي اِس مِيں اَتْنِي عَقْل نِے هُو كِے اِسے بَرَايُوں سِے بچَائِے كَبھِي اَخْرَج كِے نَفْع وَ نَقْصَان كُو سُوچتَا هِي نِے هُو۔ جَانُوْرُوں كِي طَرَح سَرَف كِهَانِے، عِيْش كَرْنِے كِي فِكْر مِيں لگا رِہے۔

لَا يَبْغُونَ اَهْلًا وَلَا مَالًا يَعْنِي حِلَالِ بِيُوِي رَكْهْتِے نَبِيْس، حِلَالِ رُوْزِي كَمَلْتِے نَبِيْس، مَحْنَت سِے جِي جَرَاتِے هِيں اُور غَيْرِ عُوْرَتُوں پَر نَظَرِ حِرَام رَكْهْتِے هِيں۔ غَيْرُوں كَامِل مَاجَازِ طُوْر پَر كِهَانِے كِے دَر پِے رِہْتِے هِيں۔ يِهِي دُوْزَخِي هِيں۔

اَلْاَخَانَهٗ يَعْنِي اِسے خِيَانَت كَرْنِے كِي اِيْسِي عَادَت پڑ گئی كِه مَعْمُوْلِي اُور حَقِيْر سِي اَمْنَت مِيں خِيَانَت كَرْنِے سِے بَاز نَبِيْس رِہْتَا يَعْنِي وَه گَنْگَار هُوْنِے كِے عِلَاوَه ذَلِيْل طَبِيْعَتِے وَ اِيْسِي هِيں، يِهِي بھِي دُوْزَخِي هِيں كِيُوْنَكِه يِهِي عَادَات خَالِص دُوْزَخِيُوں كِے هِيں۔

يُخَادِعُكَ مِيں صَبْح وَ شَام سِے مَرَادِ هِيْمِشْ هِيں يَعْنِي وَه دُھوكِے دِيْنِے كَا عَادِي هُو چُكَا هِيں۔ تَم سِے جَب كَبھِي كَلَام يَا مَعْلَمِے كَرِے تُو دُھوكِے هِي دِے گا۔ يِهِي بھِي دُوْزَخِي هِيں۔

بُخْلٍ اَوْ اَلْكُذِبِ چُوْنَكِه رَاوِي كُو حَضُوْر كِے وَه الْفَاظِ طَبِيْعِيَّةً يَاد نِے رِہے جُو حَضُوْر نِے بَخْلِ اُور تَبْهُوْتِے كِے مَتَعْلَق فرمائے۔ اِس لِيے رَاوِي نِے ذَكَر كَا لَفْظ

بیان کیا اگر اسے الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریقِ روایت ارشاد کرتے۔

سَنْظِيرٌ فَحَاشٌ بَجَلٍ وَكَذِبٌ كَامِعُطُوفٌ هُوَ تُوْنُ نَفْسِي حَالَتِ مِيْنُ هُوَ
یعنی حضورؐ نے سَنْظِيرٌ اور فَحَاشٌ کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں۔
سَنْظِيرٌ بر وزن خنزیر بمعنی بد خلق، سخت طبیعت۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں
ابتداء ہوں اور ان کی خبر مِنْ أَهْلِ النَّارِ پوشیدہ ہو تب یہ دونوں مرفوع ہوں گے۔
مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں وَالْفَحَاشُ ہے یعنی فَحَاشٌ معطوف ہے۔ السَّنْظِيرُ پر
تب تو معنی بالکل ظاہر ہیں۔

(مرأت)

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے
جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

حدیث : ۹۱

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ
لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ تین بار لَا يُؤْمِنُ فرمانا تاکید ہے۔ لَا يُؤْمِنُ میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا۔ حضور نے اس کی وضاحت پہلے نہ فرمائی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے، جو بات اشتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کو اپنے شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو شر سے بچانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے۔ وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے۔ رَبِّ كَانَتْ پڑوسی کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ یعنی پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو اس سے اچھا سلوک کرو۔ (مرأت)



حدیث : ۹۲

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِئِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى
ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِثُهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَشْكُوتَةٌ بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ پڑوسی کے متعلق حکم الہی پہنچاتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

(بخاری و مسلم)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں وصیت سے مراد اصطلاحی وصیت نہیں بلکہ ناکیدی حکم مراد ہے۔ حکم کس کا؟ حکم الحاکمین کا۔ نہ کہ جبرائیلؑ کا کیونکہ حضرت جبرائیلؑ امین حضورؐ کے خادم ہیں۔ رب کی طرف سے فرمان رساں و فیضان رساں ہیں۔ یُوصِیْنِی سے مراد ہے کہ حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم پہنچاتے رہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچا دو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو

پڑوسی کی مالی میراث میں شریک کر دے گا۔ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جائے گی۔ حضورؐ کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی مالی میراث کسی کو نہیں ملتی۔
(مرات)

حدیث : ۹۳

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ أَكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَلَا الْجَافِي عَنْهُ وَكَرَامَ الْمُسْلِمِ الْمَقْسُطِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) شُكْرًا بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان اور حاملِ قرآن کا احترام کیا جائے جو حاملِ قرآن نہ تو اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور علول بادشاہ کا احترام کیا جائے۔
(ابو داؤد و بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

ذِي الشَّيْبَةِ الْمَسْلُومِ یعنی سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔

حاملِ قرآن میں حفاظ، علماء، عالمِ دین، قراء، مفسرین اور ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں، سب کا احترام چاہیے۔ (مرقات از ملا علی قاری)

وہ حاملِ قرآن وہ عالم، وہ حفاظِ قابلِ تعظیم ہیں جو بد مذہب، بے دین نہ ہوں، نیز جو قرآن کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں، اس کی غلط تاویلیں کریں، اس میں خیانتیں کریں، اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلائیں۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے اور اس کے بندوں کی بھی۔ (مرقات)

دیوان حافظ میں یہ شعر ہے کہ

حافظائے خور ورنندی کن و خوش باش ولے
وام تزویر کن چوں دگراں قرآن را

منصف حاکم، عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سلیہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لئے مہربان باپ کی مثل ہوتا ہے اس لئے اس کا احترام ضروری ہے۔ (مرآت)

حدیث : ۹۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يُحَقِّرُهُ التَّقْوَى هَهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحَقِّرَ لَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلَّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعَرْضُهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) شُكْرًا بِبَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔ انسان کے لئے یہ شرکافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت حرام ہے۔

(مسلم)

تشریح :-

وَلَا يُحَقِّرُهُ يَعْنِي نَهَى الْمُسْلِمَ أَنْ يَخْذُلَ فِي حَقِّهِ جَانُو' نَهَى الْمُسْلِمَ أَنْ يَخْذُلَ فِي حَقِّهِ جَانُو' نَهَى الْمُسْلِمَ أَنْ يَخْذُلَ فِي حَقِّهِ جَانُو'

کے الفاظ سے پکارو یا بُرے لقب سے یاد کرو، نہ اس کا مذاق بناؤ۔ آج کل یہ عیب ہم میں بہت ہیں۔ پیشوں، نسبوں یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم میں صوبائی تعصب بہت ہو گیا ہے کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی ہے۔ اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو اس کا نام شہد بن جاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلانے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے۔ آم، جامن، بکائن اور کیکر کا فرق مٹ جاتا ہے۔ یوں ہی جب سرکارِ دو عالم کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے۔ حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جاتی فرماتے ہیں۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جاتی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز سے نیست

التَّقْوَىٰ هُمْنَا اسلم میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو، تم سے بہتر ہو۔

خاکسارانِ جہاں را بھقارت منگر

توچہ دانی کہ دریں راہِ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین

ﷺ نے اپنے سینہ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری

یہاں ہے۔ یعنی تقویٰ کی کان، پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے۔ میرے سینہ سے

تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں۔ ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلتی ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری)

حضورؐ کا سینہ انور کشفِ غیوب کا آئینہ ہے۔ کونین میں حضورؐ کی عطا میں بہتی ہیں۔ (مرقات)

دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے۔ کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کیونکہ یہ سب سخت جرم ہیں۔

(مرات المناجیح)

حدیث : ۹۵

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُوِيَ يَتِيمًا إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَّابِهِ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبُتَّةَ إِلَّا أَنْ يَكْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْأَخْوَاتِ فَأَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتَّى يُغْنِيَهُنَّ اللَّهُ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاثْنَتَيْنِ قَالَ أَوْ اثْنَتَيْنِ حَتَّى لَوْ قَالُوا أَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ أَذْهَبَ اللَّهُ بِكَرِيمَتِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَمَا كَرِهْنَا قَالِ عَيْنَاهُ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ) مُشْكُوَّةُ بَابِ الشَّفَقَةِ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرمادیتا ہے سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے۔ ان پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ "اگر دو کو" تو فرمایا یا دو کو۔ یہاں تک کہ اگر لوگ کہتے یا ایک کو تو حضور "فرمادیتے" ایک کو اور اللہ جس کی پیاری دو چیزیں دور کر دے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ "کون سی دو پیاری چیزیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ (شرح سنہ) تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں شامل کرنا عام ہے۔ خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے، پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔

ذُنْبًا لَا يُغْفَرُ یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں۔ ربِّ کائنات فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ اِىٰ طَرَحِ حَقُوْقِ الْعِبَادِ بِهٖى كِسَى نِيْكَ عَمَلٍ سِى مَعَاْفٍ نِهِيْى هُوْتِى وَهٖ تُو اِدَا كَرْتَا هٖى

پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا ہوں گے۔

(مرقات)

عموماً بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے، ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ لڑکیوں سے یہ امید نہیں ہوتی اس لئے لڑکیوں کا پالنا، ان پر صبر کرنا زیادہ ثواب ہے۔ لڑکی سے مراد خواہ بٹی ہو یا بہن ہو۔ انہیں سکھانے سے مراد ہے علم دین سکھانا، سینا پرونا اور جن ہنروں کی ان کو ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخششیں حضورؐ کے قبضہ میں دی گئی ہیں۔ جس نعمت کو چاہیں عام فرمادیں۔

(مرقات)

دیکھو جو وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک امتی کے سوال پر وہی وعدہ دو بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا۔ یہ ہے حضورؐ کا مختار من اللہ ہوتا۔ اس جگہ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ”احکام مفوض است برآں حضرت ہرچہ خواہ کند و بہر کہ خواہ نکند و ہر کہ خواہ تخصیص نماید“ یعنی تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر دیئے ہیں جو کچھ چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں اور جس کی چاہیں تخصیص کر دیں۔

۱۸، اشعۃ اللمعات، مرآت)

حدیث : ۹۶

وَعَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ يَزِيدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ أَخِيهِ بِالْمَغِيبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مَشْكُوتَةٌ بِابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

ترجمہ:-

حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے اس کے گوشت سے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اسے آگ سے آزاد کرے۔
(بیہقی، شعب الایمان، مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

تشریح:-

حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) بنت یزید ابن سکن مشہور صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، بڑی عاقلہ، بڑی عابدہ تھیں۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔
(مرآت)

لَحْمِ أَخِيهِ یعنی بھائی کے گوشت سے مراد ہے مسلمان بھائی کی

غیبت۔ دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا۔

يُعْتِقُهُ مِنَ النَّارِ آگ سے آزادی کا مراد ہے اس کے لئے جو کسی

گنہگار مسلمان کی غیبت نہ ہونے دے اور اس کی پس پشت حمایت کرے تو جو کوئی
سید الانبیاء محبوب کبریاء حضرت محمد ﷺ کے بدگو دشمنوں کو جوابات دے۔
ناموس رسالت پر ہونے والے حملوں کا موثر جواب دے اور حضور کی صفات
عالیہ کے گیت گائے۔ سوچ لو کہ اس خوش نصیب کا درجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب
کرے۔ حضرت حسان بن علیؓ فرماتے ہیں:

فان ابی والدتی و عرضی
لعرضی محمد منکم و قاء

”میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد ﷺ کی عزت و آبرو کے
لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں۔“

(مرات)

حدیث : ۹۷۰

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُ
هُمْ لِصَاحِبِهِ وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ
لِجَارِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ عَرِيبٌ) شُكُوٰةُ بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے اچھے ہوں۔

(ترمذی، داری، ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح:-

خَيْرُ الْأَصْحَابِ "بہترین ساتھی" یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں۔ سفر کے ساتھی، مدرسہ کے ساتھی، گھر کے ساتھی، غرضیکہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، ان کی خیر خواہی کرے، ان سے اچھا برتاؤ کرے انہیں بُری باتوں سے روکنا، اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخل ہے۔ "خَيْرُ الْجِيرَانِ" یعنی بہترین پڑوسی۔ شارح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی، پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ اس کی عزت و ذلت کو اپنی عزت و ذلت سمجھے، پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرے۔ حضرت بایزید، لسطامی کا پڑوسی یہودی تھا، سفر میں گیا اس کے بل بچے گھر میں رہ گئے۔ رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ یہودن بولی "گھر میں چراغ نہیں ہے" بچہ اندھیرے میں گھبراتا

ہے“ اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کر کے یہودی کے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ جب یہودی لوٹا اس کی بیوی نے یہ واقعہ سنایا۔ یہودی بولا کہ جس گھر میں بائزید کا چراغ آگیا وہاں اندھیرا کیوں رہے۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ سبحان اللہ۔
(مرآت المناجیح)

حدیث : ۹۸

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَ إِذَا أَسَاءْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَاءْتَ فَقَدْ أَسَاءْتَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
مشکوٰۃ باب الشفقة على الخلق

ترجمہ :-

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم

اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی۔ (ابن ماجہ) تشریح:-

شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں اچھے کام اور بُرے کام کی علامت کیا ہے، یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد اور عبادات میں کسی کے اچھا اور بُرا کہنے کا اعتبار نہیں۔ معاملات میں اچھائی بُرائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا بُرا کہیں، قدرتی بات ہے کہ بعض بندوں کے لئے خود بخود اچھائی نکلتی ہے۔ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔
 أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ مُسْلِمُونَ كِي زبَانِ خَالِقِ كَالْقَلَمِ هِيَ۔ پڑوسی چونکہ چھپے حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے یہاں پڑوسی کی قید لگائی۔ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو ربؐ نکلاتا ہے۔ آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہ رہے ہیں، ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ہے خلق کی زبان۔ (مرآت ج ۶)

حدیث : ۹۹

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قُرَيْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ

بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَذَا قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَلْيُصِدِّقْ حَدِيثَهُ
إِذَا حَدَّثَ وَالْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أُثْمِنَ وَالْيُحْسِنُ جَوَارَ
مَنْ جَاوَرَهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ) سُكُوتٌ بِابِ الشَّفَقَةِ

وَرِحْمَةٌ عَلَى الْخَسِيسِ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد سے کہ نبی کریم ﷺ
نے ایک دن وضو کیا تو حضورؐ کے صحابہ آپکے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے تو ان
سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز ابھارتی ہے۔ وہ بولے 'اللہ
اور رسول کی محبت۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ اللہ و رسولؐ
سے محبت کرے یا اس سے اللہ رسولؐ محبت کریں تو وہ جب بات کرے تو سچی
کرے، جب ائین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا
بھائے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:

يَتَمَسَّحُونَ صحابہ کرامؓ برکت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ نبی کریم

رُؤْفِ الرَّحِيمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وضو کا مستعمل پانی ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا جسم نور سراپا نور ہے لہذا جو پانی جسم انور سے مس ہو جاتا وہ نورانی ہو جاتا۔ ہمارے وضو اور غسل کا مستعمل پانی قابلِ استعمال نہیں ہوتا مگر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا استعمال شدہ پانی پاک، طیب اور طاہر ہے بلکہ پاک کرنے والا ہے۔ حضور کے اعضاء مبارکہ سے مس ہونے والے پانی کی تاثیر کا کیا ٹھکانہ! سبحان اللہ۔

مَا يَحْمِلُكُمْ حُضُورًا كَمَا يَهْدِي بِرِيَابَتِهَا فَرْمَانًا آتِيهِ وَالْمُضْمُونِ كَابْتِدَائِيهِ
ہے ورنہ حضور انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہر شخص کی دلی کیفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ بقول مولانا رومؒ

اے فروغتِ صبح آثار و دھور
چشم تو بیندہ ما فی الصدور

حُبُّ اللهِ وَرَسُولِهِ صحابہ کرامؓ کا جواب محبت الہی اور عشق رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا نماز ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہمارے محبوب ہیں اور دلوں کا چین اور قرار ہیں جو پانی جسم اطہر سے مس ہو جائے ہمیں وہ پیارا لگتا ہے اس لئے اسے چومتے ہیں۔

فَلْيَصْطَقْ حَدِيثَهُ لِعِنِّي هَمَارَ غَسَاةٍ سَبْرًا حَاصِلًا كَرَانًا تَو
درست ہے اور اس میں فیوض و برکات بہت ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نسبتِ محبت استوار کرنے کے لئے یہ عمل کافی نہیں۔ یہ کام نفس پر گراں نہیں۔ یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کی محبت کے لئے

ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے کہ وہی نفس کے لئے مشکل ہے۔ سچائی، امانت اور پڑوسی کا خیال، یہ تینوں کام اصلاحِ احوال اور درستی معاملات کی بنیاد ہیں اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمان اپنے معاملات درست کرے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہو گا اور معاملات میں زبان سچی، ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں۔ کسی کو آزمانا ہو تو کثرتِ نوافل و عبادات سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ۔ اگر معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے۔ آج کل نمازی، حاجی، صوفی اور قاری تو بہت ہیں مگر سچے امتی تھوڑے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی حضور سرور کائنات ﷺ صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

حدیث : ۱۰۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ
فُلَانَةً تُذَكِّرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا
غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ فُلَانَةٌ تُذَكِّرُ قَلِيلًا صِيَامِهَا وَ
صَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدِّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ

الْأَقْسِطِ وَلَا تُؤْذِي بِلِسَانِهَا جَيْرَ نَهَا قَالَ هِيَ فِي
الْجَنَّةِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ بَيْهَقٍ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ فلاں بی بی کی نماز، روزے اور اس کے صدقات کا چرچہ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے۔ فرمایا وہ آگ میں ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ فلاں عورت اس کی نماز، روزے صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے وہ تو پتیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔

(احمد، بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ باب الشفقتہ والرحمتہ علی الخلق)

تشریح:-

یہاں شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہوگا مگر راوی کو یاد نہ رہا یا قصداً نہ لیا تاکہ اس مومنہ کی رسوائی نہ ہو۔ زبان کا ذکر اس لئے کیا کہ اکثر لوگ دوسروں کو زبان سے تکلیف دیتے ہیں۔ لڑنا بھڑنا، غیبت چغلی کھانا وغیرہ زبان کا زخم سناں کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جراحات السّہام لها التیام
ولا یلتام ما جرح للسان

ہسی فی النار یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں، اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولاً "دوزخ میں جائے گی۔ نوافل پڑھنے سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے پھر سزا بھگت کر جنت میں جائے گی لہذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں۔ بعض صحابہ سے گناہ ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

تُذَكَّرُ قَلَّةٌ یعنی وہ نفلی نماز، نفلی صدقات کم کرتی ہے فرضی نماز میں کمی مراد نہیں کیونکہ یہ تو فسق ہے صحابہ کرام فسق سے محفوظ ہیں۔

تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ یعنی وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں۔ معمولی چیز یعنی کچھ پیر ہی خیرات کر سکتی ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کی کمی مراد ہے کہ پیر کے ٹکڑے قطرے زکوٰۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کئے جاتے۔ صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں۔

ہسی فی الجحنة اس فرمان علی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے اکثر لوگ اصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں۔ فرائض کی پرواہ نہیں، نوافل پر زور۔ معاملات خراب، وظیفوں، چلوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ معاملات کی درستی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مرأت)

حدیث : ۱۰۱

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَى نَاسٍ جُلُوسٍ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوا فَقَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرِكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَرُ شَرُّهُ وَشَرِّكُمْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَرُ شَرُّهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بڑوں کی خبر نہ دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حاضرین خاموش رہے تو یہ تین بار فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ہم کو ہمارے بڑے عملوں کی خبر دیجئے تو فرمایا کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جائے اور تمہارا بُرا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید نہ کی

جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، مشکوٰۃ باب الشفقتہ علی الخلق) تشریح۔

حضور ﷺ ایک مجلس صحابہ پر گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے، ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب اور تعلیم ہو اور دلوں میں جم جائے۔

فَسَكُنُوا وَهَ حَضْرَاتِ اس لئے خاموش رہے کہ شاید حضور ﷺ ہمارے نام لیکر فرمائیں گے کہ فلاں اچھا ہے فلاں بُرا جس سے ہمارے پردے فاش ہو جائیں گے اس لئے خاموشی بہتر ہے تاکہ ہمارے پردے رہیں۔

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یعنی تین بار فرمایا، حضورؐ کا منشا یہ تھا کہ یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لئے بار بار سوال فرمایا اور خود ہی بیان نہ فرما دیا۔ حضور انورؐ وہ سخی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ بَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور انورؐ کو اس فرمانِ عالی کی رغبت ہے اور حضورؐ فرمانا چاہتے ہیں۔ اس رغبت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا عرض کیا کہ حضورؐ ضرور فرمائیں۔ حضورؐ کے ارادہ مبارک میں ہمارا بھلا ہی ہو گا۔ خَيْرٌ كُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرٌهُ یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں

دیتا ہو سکے تو خیر خواہی ہی کرتا ہے۔

لَا يُرْجَى خَيْرُهُ - یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ
یہ شخص خطرناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہنچے گی شر ہی پہنچے گا معلوم ہوا
کہ لوگوں کے دل ان کی زبان رب کا قلم ہے لہذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں
وہ عند اللہ ولی ہی ہے۔ (مرات)

حدیث : ۱۰۲

وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِلَّا أَدُلَّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ ابْتِكَا مَرْدُودًا
إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)
مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا
کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں۔ تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی
جائے تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہیں۔ قبیلہ بنی

مدن سے آپ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ واجبہ نہیں کہ وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کارِ ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں حقِ قرابت کا ادا کرنا بھی ہے اور بے کس کی پرورش بھی اور ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی۔

لَيْسَ لَهَا كَسِبٌ غَيْرُكَ يَعْنِي وَه تَهْمَارِي بَيْتِي جَس كَا خَلَوْنِد فَوْت
 ہو گیا ہو یا پاگل دیوانہ ہو گیا ہو یا گم ہو گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی مگر لڑکی کسی
 مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں اس لئے وہ
 مجبوراً "میکے میں آگئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس کی پرورش کرنا بہترین
 صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی۔ بعض
 لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلا وجہ بننے نہیں دیتے وہ یہاں مراد
 نہیں۔ ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اسی لئے یہاں مَرْدُودَةٌ ارشاد ہوا۔

(مرآت المناجیح)

حدیث : ۱۰۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ
 أَحَقُّ بِحَسَنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ
 قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوكَ وَفِي

رَوَايَةٌ قَالَتْ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ
أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) شُكُوتٌ بَابُ الْبُرِّ وَالصَّلَةِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے برتاؤے کا زیادہ حقدار کون ہے فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہارا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا قریبی، پھر قریبی تشریح:-

صحابہ صَادِکِے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاؤ خدمت، اسی سے ہے صحبت وہ ہمراہی جو الفت، خدمت و مدد کے ساتھ ہو۔ اسلئے جن کفار نے حضور انور کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاؤ کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

ثُمَّ أَبُوكَ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے، باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا لیکن باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں

خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے۔ خدمت و انعام ماں کی زیادہ۔
(اشعۃ اللمعات)

والدین کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے۔ ماں و بدنی خدمت کرے۔ صرف اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ لرائے بلکہ خود کرے، ان کا ہر جائز حکم تسلیم کرے۔ انہیں نام لے کر نہ پکارے، اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے، اگر قبول نہ لریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ ان کی سختی پر تحمل کرے۔ یہ آداب قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کے عمل شریف میں مذکور ہیں۔

فَادُنُّكَ یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا، ماموں، دادا، نانا، بہن، بھائی وغیرہ۔ سب کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرے۔

(مرأت)

یہاں شارح مسلم بحوالہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ حمل، وضع حمل، دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ خیال رہے کہ سب سے زیادہ حُسنِ سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے پھر باپ اور اس کے بعد قُرب کے اعتبار سے درجہ بہ درجہ رشتہ دار۔ عارث محاسی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور

کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیث صحیحہ سے مستفاد ہے۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۱۰۴

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِيمًا قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدًا أَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

شکوۃ باب البر والصلة

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

نے فرمایا کہ اس کی ناک رگڑ جائے، اس کی ناک رگڑ جائے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کی؟ فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے اور ان میں ایک یا دونوں

(مسلم)

برہا پے میں ہوں پھر جنت میں نہ چلا جائے۔

تشریح۔

رَغِمَ أَنْفُهُ یعنی وہ ذلیل ہو جائے، وہ ذلیل ہو جائے، ناک رگڑنے سے مراد ذلت و خواری ہے۔ ناک رگڑنے سے مراد ہے کہ وہ تباہ و برباد ہوا۔

أَحَدُهُمَا اور كِلَاهُمَا یہ دونوں عند الکبر کا فاعل ہیں، لہذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک، برہا پے کی قید اس لئے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہِ الہی میں بوڑھے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم، سفید داڑھی بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔

ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا ان کی خدمت میں کمی کرے یا انہیں سخت الفاظ اور درشت لب و لہجے میں جواب دے۔ خیال رہے کہ برہا پے میں مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اور غصہ بڑھ جاتا ہے، ایسے وقت میں ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتا رہے، ایسے حالات میں ان کو راضی رکھے۔ انشاء اللہ دونوں جہاں میں آرام پائے گا، قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَأَمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفِئْتًا وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

برہا پے کا ذکر بار بار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ وقت سنبھالنے کا ہوتا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کر لی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے، ان

کی خدمت بھی کرے، ان کے لئے دعا بھی کرے۔ بچپن میں یہ مجبور تھا تو والدین نے پرورش کی، نگہداشت کی اور اب وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے، اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

(مرقات)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ عن ابی بکر قال من زار قبر ابویہ او احدہما فی کلّ یوم الجمعة فقراء عنده یس غفرلہ

(کامل لابن عدی)

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ نیز حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا، قرآن مجید کو اور سمندر کو (ابو نعیم، شرح مسلم)

حدیث : ۱۰۵

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا مِنْ نِسَائِكُمْ مَا تَصَلُّونَ بِهِ أَرْحَامِكُمْ
فَإِنَّ صَلَاةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَشْرَآةٌ فِي الْأَعْمَالِ مَنْشَأَةٌ

فِي الْأَثَرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) مَشْكُوهٌ
بَابُ التَّرْوِصَةِ

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے نسب یاد رکھو، جس سے اپنے رشتے جوڑو کیونکہ رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے، مال میں برکت ہے، عمر میں درازی ہے۔

(ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:-

مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامِكُمْ اپنے دوھیال ننھیال کے رشتے یاد رکھو اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کس سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ رشتوں کے مراتب کے مطابق حقوق ادا کئے جائیں۔ صلہ رحمی کا ناطہ قائم رہے گا۔ اگر تم کو رشتوں کی خبر نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کرو گے؟

مِثْرَاءٌ بنا ہے ثری سے بمعنی کثرت۔ اسی سے "ثروت" ہے۔ مِثْرَاتُ کے معنی ہیں مال میں اضافہ اور ذریعہ برکت۔

مَنْسَأَةٌ بنا ہے نساء سے بمعنی تاخیر یا دیر۔ اس لئے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے۔

صلہ رحمی سے انسان کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ راحت، چین اور سکون کے باعث نعمتِ عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ قطع رحمی سے کشیدگی اور پریشانی

جنم لیتی ہے جبکہ صلہ رحمی سے خوشی و مسرت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور قربتوں اور محبتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔
(مرات)

حدیث : ۱۰۶

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي وَلكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحْمَةُ وَصَلَّهَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب البر والصلة

ترجمہ:-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو یہ کہہ چکا ہو لیکن جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔

(بخاری، مشکوٰۃ باب البر والصلة)

تشریح:-

وَ صَلَّهَا وہ اسے جوڑ دے، جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے وہ کچھ کریں تو بدلہ چکانے کے لئے جو اباً کچھ کرے تو یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھی بھلائی سے دے۔ وہ زیادتی کریں اور یہ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف

صلہ رحمی اور حسن سلوک کی اکمل تفسیر ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے ستم سے کر ان کی پرورش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ادْفَعُ بِالنِّسْبِ هِيَ أَحْسَنُ" غرض یہ کہ یہ حدیث طیبہ کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔ آج تعلیماتِ نبوی ﷺ سے دُوری کی وجہ سے گھروں قبیلوں اور خاندانوں سے نکل چکے ہیں رخصت ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے باپ کی وفات پر نہ آیا ہم اس کے کسی رشتے دار کی موت پر تعزیت کیوں کریں؟ اس طرح کا تصور حضور ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہے۔ کاش کہ آج ہم پھر حضور کی تعلیماتِ مقدسہ کو سمجھیں اور رشتوں کے تقدس کو کسی صورت پامال نہ ہونے دیں۔

(مرات)

حدیث : ۱۰۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لِي قَرَابَةٌ أَصْلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُكْسِيُونِي إِلَى وَأَحْلَمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ فَقَالَ لَيْسَ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَانَمَا تُسِفُّهُمْ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) سُكْرَةُ بَابِ الْبِرِّ وَالصَّلَاةِ .

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قرابت دار ہیں میں ان سے جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں، میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں، میں ان سے بردباری سے برتا ہوں وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہ رہا ہے تو انکے منہ میں بھوہل ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر مددگار رہے گا جب تک تو اس حل پر رہے۔

تشریح

قرابت سے مراد ذی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں۔ یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہ رسالت میں کر رہے ہیں۔ غرض کرتے ہیں کہ میں ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہوں۔ یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ تسف کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے۔ مل میم کے فتح لام کے شد سے بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوہل کہا جاتا ہے۔ اس جملہ کے بہت معنی ہیں۔ (۱)۔ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہیں۔ (۲)۔ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہئے کہ ان کے منہ جھلس جائیں جیسے بھوہل پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے۔ (۳)۔ ان کی برائیوں کے عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ میں بھوہل بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے۔ تیری عزت بڑھ رہی ہے اور ان کی شرمندگی و ذلت بڑھ رہی ہے۔ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور عفو و کرم

سے عزت بڑھتی ہے۔

مَا دُمْتُ عَلٰی ذٰلِكَ يَعْنِيْ جَب تِك تِي رَا يِه عِلْم اور برائی کے عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر ربت کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مل میں برکت دے گا۔ (مرات)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے شبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حُسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بد سلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے کہ جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دیکر تمہاری مدد کرنے کا اور دنیا و آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دے گا تم اس کو سلام مت کرو کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب نہ رہو۔ یہ نکتہ غلط ہے بلکہ تم اس کو سلام کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس

سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت چھوڑو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رو ہے کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حُسنِ سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقع ملتا ہے۔

(شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم خوش رہنا

چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

حدیث : ۱۰۸

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمَّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَرَّهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا 'یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ فرمایا کیا تیری ماں ہے' عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے' عرض کیا ہاں' فرمایا اس سے اچھا سلوک کرو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ، باب البر والصلۃ)

تشریح:-

أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کر لیا ہے، ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کئے یا بغیر اس صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتا۔

فَبَرَّهَآ یہ ہے حضورؐ کی شان پر وہ پوشی کہ اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کر کے رسوا نہ ہو۔ حضورؐ کو معلوم تھا کہ اس نے گناہ کیا ہے جو صلۃ رحمی کی وجہ سے معاف ہو سکتا ہے، کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صلۃ رحمی وغیرہ، نیک عمل سے نہ ہو سکے۔ اس فرمانِ علی سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ صلۃ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صلۃ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ ربِّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ دوسرا یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے۔ التَّوْبَةُ عَلٰی قَدْرِ الْحُوبَةِ توبہ گناہ کے حد کی ہو۔ اس سے نبی کریمؐ کے علمِ غیب کا بھی ثبوت ہوا۔

(مرات)



حدیث : ۱۰۹

وَعَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي
 سُلَيْمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بَرِّ أَبِي شَيْءٌ
 أَبْرُهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَ
 الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَانْفِازُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِ هِمَا وَ
 أَصْلَةُ الرَّحْمِ الَّتِي لَا تُوَصَّلُ إِلَّا بِهِمَا وَالْكَرَامُ صِدْقُهُمَا
 (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) مَشْكُوتَةٌ بِابِ الْبِرِّ وَالصَّلَاةِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو اسید ساعدیؓ سے فرماتے ہیں جب کہ ہم رسول
 اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا۔ یا رسول اللہ
 ﷺ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے؟ جو میں ان
 کی موت کے بعد ان سے کروں، فرمایا ہاں ان کے لئے دعائے رحمت، ان کی بخشش
 کی دعا، ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو ان ہی کی
 وجہ سے ہی جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

تشریح۔

اَسِيْدِ سَاعِدِي "صحابی انصاری ہیں۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ آپ سے بہت محدثین نے روایات کیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (۷۸) سال عمر پائی۔ ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ آپ سارے بدری صحابہ میں آخری صحابی تھے۔ آپ کی وفات سے بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمت والے تھے۔

هَلْ بَقِيَ مِنْ بَدْرٍ یعنی میرے والدین انتقال کر چکے ہیں اب میں ان سے کوئی سلوک کیسے کروں، دل کرتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ جاری رہے۔ رحمت للعالمین نے فرمایا، تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو۔ ایک تو انکے لئے دعائے خیر اور ان کے گناہوں کی معافی کی ربت سے درخواست دعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے۔

(مرقات)

ہر نماز کے آخر میں رَبِّ اغْفِرْ لِي وَالْوَالِدِيَّ پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات و خیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا سواں، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا بھی۔ الغرض یہ لفظ بہت جامع ہے۔

(مرات)

مزید یہ کہ خالق کائنات نے ہمیں یہ دعا مانگنا بھی بتایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَقُلْ رَبِّ الرَّحْمَهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا وَالِدِينَ كِي وَصِيَّت

پوری کرتا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کئے مر گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی شامل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں۔ یہ بھی اسی میں داخل ہے اگر والدین کسی تاریخ کو خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف یا گیارہویں کرتے تھے تو وہ ہمیشہ نبھاتے رہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرتا۔ جس خانقاہ سے انہیں عقیدت تھی اس خانقاہ سے وابستہ رہنا، یہ تمام صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔

لَا تُوَصَّلُ إِلَّا بِهَمَا اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ ہے کہ جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے، اس میں بھائی، بہن، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ سب ہی داخل ہیں۔ دوسرا یہ کہ خالص رضاء والدین کے لئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے، اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے۔ لہذا حضور کی رضا کے لئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ شرک یا گناہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا حق والدین سے زیادہ ہے۔ مرقات اور اشعہ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔ غرضیکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ و رسول کے لئے چاہیے۔

اِكْرَامٌ صِدِّيقِهِمَا احترام میں تعظیم و اکرام بھی شامل ہے اور ان کی خدمت ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ بیٹے کو چاہیے کہ باپ کے دوستوں سے

اچھا سلوک کرے اور ماں کی سہیلیوں کی قدر کرے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۱۰

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدَهُمَا وَإِنَّهُ لَكُمَا
 لِعَاقٍ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو لَكُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَكُمَا حَتَّى يَكْتُبَهُ
 اللَّهُ بَارًا (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والصلة

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ
 ﷺ نے کہ کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے
 اور وہ ان کا نافرمان ہو پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہے، بخشش مانگتا رہے۔ حتیٰ کہ
 اللہ اسے نیکو کار لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ والدین کی نافرمانی میں حق اللہ کی تعلق بھی
 ہے اور حق العباد کی بربادی بھی۔ لہذا یہ ملامت گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا
 بھی اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

يَدْعُو لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولاً "نافرمانی سے توبہ کرے۔ پھر مرتے دم تک ان کے لئے گناہوں سے بخشش کی دعا اور ایصالِ ثواب کرتا رہے تو رب تعالیٰ برزخ میں اسکے والدین کو اس سے راضی کر دے گا۔ یاد رہے کہ گناہِ کبیرہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا۔

(مرقات)

ہم لوگ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کا ۳ واں، ۳۰ واں، ۱۰ واں اور برسی وغیرہ یا وقتاً فوقتاً ان کے نام پر جو خیرات کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے بلکہ ہر نمازی نماز ختم کرتے وقت ماں باپ کو دعائیں دیکر سلام پھیرتا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔

(مرات)

حدیث : ۱۱۱

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وُلْدٍ بَارٍ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةً رَحْمَةً إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةً مَرَّةً قَالَ نَعَمْ اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) سُكُوتُ بَابِ الْبِرِّ وَالصَّفَةِ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظرِ رحمت سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے نظر کے عوض مقبول حج لکھتا ہے، عرض کیا کہ اگرچہ ہر دن سو بار دیکھے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے پاک ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اطاعت شعار لڑکے کو فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی لیکن پیار اور محبت سے انہیں دیکھنے کا الگ ثواب ملے گا۔ غور کیجئے کہ جب والدین کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضورؐ کا چہرہ انورِ محبت سے دیکھے اس کو ثواب کتنا ملے گا۔ اس کا اندازہ میری عقل سے وراء ہے۔ سرکارِ دو جہاں ﷺ کے نامِ پاک کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا ان کا

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

عرض کیا گیا کہ اگر دن میں سو بار دیکھے تو پھر۔ (شاید) سائل نے سمجھا ہو

گا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اس لئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل

کرا لیا کہ اگر والدین کو دن بھر میں تُو فحہ بھی اگر نظرِ رحمت سے دیکھا جائے تو ہر بار دیکھنے کا ثواب حجِ مقبول ہے۔

(مرات)

حضورؐ کا جواب اللہ اکبر سے دنیا اس لئے ہے کہ اللہ کو ایسی چیزوں کی پرواہ نہیں کہ کتنا دیا اور کتنا دے رہا ہوں وہ ایسے احساسات سے بہت بلند ہے۔

حدیث : ۱۱۲

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَطْرُقُونِي كَمَا أَطْرَقَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ) سُكُوتُ بَابِ الْمَغَاضِرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو بڑھایا، میں اس کا بندہ ہی ہوں تو کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول (بخاری و مسلم)

مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تشریح:-

لَا تَطْرُقُونِي بِنَاہِ اَطْرَاءً سے بمعنی مبالغہ کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، حد

سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں۔ ربّ تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰؑ کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبد اللہ و رسولہ کے سوا کچھ نہ کہو، نہ شفیع المذنبین کہو، نہ رحمۃ اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں۔ الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہذا یہ حدیث ان احادیث کے متعارض نہیں۔ انا سید ولد آدم یا جیسے انا خطبم اذا ممتوا۔ نہ یہ حدیث قرآن کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے۔

ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو۔ امام ابو میری فرماتے ہیں۔

ردع ما ادعته النصرارى فى نبيتهم
و احکم بما شئت من شرف و من عظم
فان فضل رسول الله ليس له
حد فيعرب عنه ناطق بضم

سوائے ابن اللہ وغیرہ کے باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود

ہیں۔ حضورؐ کی صفات غیر محدود ساری دنیا ساری عمر حضورؐ کی صفتیں بیان کرے

سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کس طرح بیان کرے۔

ہمارے الفاظ محدود ہیں۔ ۲۸ (اٹھائیس) حرفوں میں حضورؐ کے صفات لا محدود ہیں۔
(مرات)

اس طرح علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
اس سراپا انتظار او نمہر

اسی جگہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

و بحقیقت ہیچ یکے جز خدا حقیقت او را نداند
و ثنائے او نتواند گفت زیرا کہ او را چنانچہ اوست
پہکس جز خدا نشناسد چنانکہ خدا را چوں او کس شناخت

(ترجمہ) اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے بغیر حضورؐ کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا اور
آپ کی تعریف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضورؐ کی ذات کو خدا نے ہی پہچانا ہے اور خدا
کی ذات کو حضور ﷺ نے ہی پہچانا ہے۔
(اشعۃ اللمعات)

حدیث: ۱۱۳

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللَّهِ وَلَيْسَ
كَذَلِكَ الْأَحَارَ عَلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ
مِنَ الْغَيْبَةِ وَالشُّمِّ -

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا ہو نہیں، مگر وہ اس پر لوٹتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:-

شرح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافریا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافریا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آئے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جائے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وہیل اس پر پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے۔ بطور گل کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے۔ جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے حدِ قذف لگ سکتی ہے۔

(مرات)

حدیث : ۱۱۲

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَسَابُكُمْ هَذِهِ كَيْسَتْ بِمَسْبَةِ عَلِيٍّ أَحَدٍ كَلُّكُمْ بَنُو آدَمَ طَفَّ الصَّاعُ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَوْهُ لَيْسَ

لِأَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ فَضْلٌ إِلَّا بِدِينٍ وَتَقْوَى لَفِي بِالرَّحِيلِ
 أَنْ يَكُونَ بَدِيًّا فَاحِشًا بِخِيَلًا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ سَهْبَانَ
 فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ:-

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا سبب نہیں ہیں۔ تم سب
 آدم کی اولاد ہو جیسے صاع کی چیز صاع (ٹوپہ) سے ہے۔ جسے اس نے بھرانہ ہو۔
 کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں مگر دین اور تقویٰ سے۔ انسان کے لئے یہ عار کافی
 ہے کہ وہ بد زبان فحش گو کنجوس ہو۔

(احمد، بیہقی، مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصیۃ)

تشریح:-

لَيْسَتْ بِمَسْبَبَةٍ نَسْبِ گالی کا باعث نہیں۔ کوئی کسی کو نسب کی گالی
 نہ دے۔ جیسے کہا جاتا ہے او جولا ہے! اونٹائی! وغیرہ، اگر حقارت کرنا مقصود ہو تو یہ
 حرام ہے۔ یہ مرض پھیلتا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی تحقیر ہوتی ہے۔
 طَفَّ ط کے فتح سے ف کے شد سے بمعنی کم ہونا یا کم کرنا۔ اسی سے
 ہے 'طفیف' معنی کم تولنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ“ اصطلاح میں طَفَّ وہ چیز ہے جو صاع (ٹوپہ)

وغیرہ پیانہ میں بھری جائے مگر اسے پُر نہ کرے کچھ خالی رہے، مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں، اس میں کچھ کمی ضرور ہے جیسے صلح پیانہ کا طفت کہ اس میں کمی ہوتی ہے۔

بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيْلًا بد زبانی، فحش گوئی اور کنجوسی یہ خصلتیں باعث شرم و عار ہیں نہ کہ نسب۔ ان عیوب سے بچنے کی کوشش کرو نسب پر طعن کیسا۔ رزق حلال کمانے کے لئے جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے درست ہے ہاں آج کل کچھ ایسے کاروبار بھی چل نکلے ہیں جن سے فحاشی و عریانی اور مغربیت کو فروغ مل رہا ہے اور ہمارے نوجوان اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہ واقعی قاتلِ مذمت ہیں۔ مثلاً "انڈین فلموں کے وڈیو کیسٹ، بلیو پرنٹ، یہ سب "فاحشا" کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی کمائی جو مخربِ اخلاق لڑیچریا کسی ایسی سرگرمی سے حاصل کی جائے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، مذموم ہے۔ مذکورہ حدیثِ مقدسہ میں واضح کیا گیا ہے کہ سب آدم کی اولاد ہیں۔ فضیلت کا معیار تقویٰ اور دین ہے۔ قاتلِ نفرت رذائل (بد زبانی، بے حیائی اور کنجوسی) ہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۱۱۵

وَعَنْ أَنَسِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا ابْنِ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَجَهَّزَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

وَسَلَّم إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتَنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ دَمِيمًا فَأَتَى النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ
 مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يَبْصُرُهُ فَقَالَ أُرْسِلَنِي مِنْ هَذَا
 فَالْتَفَتُ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ
 لَا يَأْكُلُ مَا الزَّقَ ظَهْرَهُ بَصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا وَاللَّهِ
 تَجِدُنِي كَأَسَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَأَسَدٍ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ التَّنْزِيلِ)
 شِكَاةُ بَابِ الْمَزَاةِ .

ترجمہ:-

حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہاں میں سے ایک
 شخص زاہر بن حرام تھے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہدیہ لاتے تھے
 پھر رسول اللہ ﷺ انہیں سلمان دیتے تھے۔ جب وہ جانا چاہتے 'نبی کریم'

نے فرمایا کہ زاہر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاہر کے شہری ہیں اور نبی کریمؐ ان سے محبت کرتے تھے، وہ خوبصورت نہ تھے۔ ایک دن نبی کریمؐ تشریف لائے، زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ حضورؐ نے پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا وہ حضورؐ کو نہ دیکھتے تھے۔ بولے یہ کون ہیں؟ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا تو نبی کریمؐ کو پہچان لیا تو انہوں نے کمی نہیں کی۔ اپنی پشت نبی کریمؐ کے سینہ انور سے رگڑنے لگے جبکہ حضورؐ کو پہچان لیا اور نبی کریمؐ فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وہ بولے تب تو اللہ کی قسم آپ مجھے بے قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو۔

تشریح:۔

حدیث مذکورہ میں جن خوش نصیب صحابی حضرت زاہر بن حرام کا ذکر ہے ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے حتیٰ کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمل میں بھی بیان نہیں کئے، کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں ہیں۔

يُهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ دِيهَاتِي حِيْزِيں پھل پھلاری، کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور ﷺ کے لئے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔

فَجَهْرَةٌ جَب زَاهِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ مَنُورَةٍ سَ جَانِي لَگتے تو حضور شہر میں پائی جانے والی چیزیں انہیں بطور ہدیہ، تحفہ عنایت فرماتے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے گھر لے جائیں۔

زَاهِرًا بَادِيَتِنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوهُ يَعْنِي زَاهِر هَامِي دِيهَاتِي ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں، اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے

ہیں۔ گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر۔ یہ اخلاقِ کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

دَمِيمًا اگر وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً "دیہاتی ہوتے ہیں۔ شکل و لباس دیہات کا سا۔ دَمِيمٌ کے معنی ہوتے ہیں بد شکل۔ مگر اس کی شکل پر ہزار ہا حسین قربان کہ جن سے حضور نبی کریمؐ محبت فرماتے تھے۔ جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

(مرقات)

فَاَحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ اس طرح کہ حضور انورؐ ان کے پیچھے بیٹھے۔ انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا۔ انکی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا۔ یعنی پہچانو ہم کون ہیں۔ یہ واقعہ بیچ بازار ہو رہا ہے۔ کاش اس وقت میں بھی وہاں ہوتا اور حضرت زاہر کے قدموں سے اپنی آنکھیں ملتا۔ حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضورؐ کی خوشبو اور مہک کسی اور میں کہاں۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضورؐ کو آنکھوں میں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضورؐ کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضورؐ گزرے۔

آمدی از پس بازی چشم پوشیدی مرا
اے نگارِ دست رنگیں دست بکشا کیستی

فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا لَزَقَ ظَهْرَهُ حَضْرَتِ زَاهِرِ نِي يَه مَوْقِعِ غَنِيْمَتِ جَانَا كَه
 خُوْد حَضْرُوْ اَنُوْرُ نِي مَجْهِيْ اِنِيْ گُوْد مِيْلِيْ لِيْ لِيَا هِيْ اُوْر اِنِيَا سِيْنِه مِيْرِيْ پِشْتِ سِيْ مَتَصَلِ
 كَر دِيَا هِيْ اِيْسِيْ مَوْقِعِيْ بَار بَار هَاتْه نِهِيْس اْتِيْ اَس نِيْ اِنِيْ پِشْتِ كُو حَضْرُو
 صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِيْ سِيْنِه اَنُوْرِ سِيْ خُوْب مَس كِيَا بَرَكْتِ حَاصِلِ كَرْنِيْ كِيْ لِيْ- مَعْلُوْم
 هُوَا كِه اِنِيْ خِدَامِ سِيْ خُوْش طَبْعِيْ كَرْنَا سُنْتِ رَسُوْلِ اَللّٰهِ سِيْ ثَابِتِ هِيْ اُوْر بَرَكْتِ
 كِيْ لِيْ بَزْرُگُوْنِ كَا جِسْمِ اِنِ كِيْ كِيْزِيْ چُهُوْنِيْ سُنْتِ مَحَابِيْ هِيْ-

مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ يَه كَلَامِ بَالِكُلِ حَقِ هِيْ- عِبْدِ سِيْ مَرَادِ عِبْدِ اَللّٰهِ اُوْر
 خَرِيْدِنِيْ سِيْ مَرَادِ هِيْ اَس كِيْ عَوْضِ دُو سِرَالَانَا لِيْعْنِيْ كُوْنِ هِيْ جُو اَس جِيْسَا اَللّٰهِ كَا بِنْدِه
 مَجْهِيْ دِكْهَائِيْ يَا اِشْتِرَاءِ مِيْلِيْ تَجْرِيْدِ هِيْ- لِنْدَا مَعْنِيْ مَاخُذِ هِيْ، لِيْعْنِيْ اَس اَللّٰهِ كِيْ بِنْدِيْ كُو
 كُوْنِ لِيْتَا هِيْ مَجْهِيْ هِيْ-

(مرقات)

وَاللّٰهُ تَجِدُنِيْ كَا سِيْدًا لِيْعْنِيْ مَجْهِيْ مِيْلِيْ نِه شَكْلِ نِه عَقْلِ نِه رَنگِ نِه
 دُھَنگِ، مَجْهِيْ كُوْنِ قَبُوْلِ كَرِيْ گَا اِيْسُوْنِ كُو كُوْنِ لِيْتَا هِيْ- كَا سِيْدِ كَا مَعْنِيْ هُوْتَا هِيْ كْهُوْتَا
 رُوِيْ-

لَسْتُ بِكَاسِيْدٍ لِيْعْنِيْ اَللّٰهِ كِيْ نَزْدِيْكِ تَمِ كَا سِيْدِ نِهِيْس هُوْ- جُو حَضْرُوْ كَا
 هُوْ جَائِيْ وَه بِيْ قِيْمَتِ كِيْسِيْ هُو سَكْتَا هِيْ اِنِ كِيْ قِيْمَتِ سَارَا جِهَانِ نِهِيْس هُو سَكْتَا- مِيْنِه
 مَنُوْرِه مِيْلِيْ اِيْكَ صَاحِبِ تَحِيْ بَازَارِ مِيْلِيْ جُو نِيْ چِيْزِ دِيْكْهِيْ حَضْرُوْ اَنُوْرِ كِيْ خِدْمَتِ مِيْلِيْ
 بِدِيْتِ" لِيْ اْتِيْ تَحِيْ- جَبِ چِيْزِ كَا مَالِكِ قِيْمَتِ مَا نَكْتَا تُو اَسِيْ بَهِ حَضْرُوْ كِيْ پَاسِ لِيْ

آتے۔ عرض کرتے حضورؐ فلاں دن جو آپ کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت اسے دے دیں، یہ تقاضا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیہ "دی تھی۔ عرض کرتے، حضورؐ میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی۔ حضورؐ قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۱۶

وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ اسْتَاذَنَ ابُو بَكْرٍ عَلَيَّ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ
عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطَمَهَا وَقَالَ لَا اِرَاكَ
تُرْفَعِينَ صَوْتَكَ عَلَيَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ ابُو بَكْرٍ
مُغْضِبًا فَقَالَ النَّبِيُّ حِينَ خَرَجَ ابُو بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتَنِي
اَنْقَضْتُكَ مِنَ الرَّحْبِلِ قَالَ فَمَكَثْتُ ابُو بَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ
اسْتَاذَنَ فَوَجَدَهُ هُمَا قَدْ اَصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا ادْخِلَانِي
فِي سِلْمِكُمَا اَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا (رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ)

شکوہ باب المزاح۔

ترجمہ

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز بلند مٹی، تو جب آئے تو انہیں پکڑا تاکہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز کو نبی کریم سے اونچی کرتی ہو تو نبی کریم ﷺ ان کو روکنے لگے اور حضرت ابو بکرؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ نبی کریم نے فرمایا جبکہ ابو بکر صدیقؓ چلے گئے، بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا، میں نے تم کو ان صاحب سے بچا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابو بکرؓ ٹھہرے، پھر اجازت مانگی تو ان دونوں حضرات کو صلح اور محبت میں پایا۔ عرض کیا کہ مجھے اپنی صفائی میں داخل کر لو جس طرح تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم نے کر لیا، ہم نے کر لیا۔

(ابوداؤد)

تشریح:-

نعمان ابن بشیر، آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضور انورؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔ آپ کے والدین صحابی ہیں۔

صَوْتٌ عَالِيَاً عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ

کو کسی بات کا جواب بلند آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں۔ محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس پر قرآن مجید میں عتاب نہیں آیا۔

ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔
 لَا أَرَاكَ اس جملہ کی روایت تین طرح ہے۔ لا اراک۔ میں تم کو دیکھ
 رہا ہوں، میں تم کو آئیندہ نہ دیکھوں، کیا میں، تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت
 قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ پر سزا دینے کے
 لئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کے لئے منع فرمایا۔ یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے
 جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں۔ (مرآت)

ملا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ دُعا ہے۔ یعنی خدا
 کرے میں تم کو حضور کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں۔

(مرقات)

يَحْبُجُّرَةً يَا اس طرح کہ حضور انور نے صدیق اکبر کو پکڑ لیا کہ وہ نہ
 ماریں یا اس طرح کہ حضور انور دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیق و
 حضرت صدیقہ کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغَضَّبًا ابوبکر عائشہ صدیقہ پر ناراض ہو کر گھر
 سے باہر چلے گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے۔

مِنَ الرَّجُلِ یہاں حضور نے من ایک نہ فرمایا، الرجل فرمایا، یعنی بہادر
 مرد، جسے اللہ و رسول کے لئے تم پر غصہ آیا۔ یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت

ہے۔

(مرقات)

حضرت صدیق اکبرؓ کچھ روز حضرت عائشہؓ کے گھر نہ آئے۔ اتفاقاً یا حضرت صدیقہؓ پر ناراضگی کی وجہ سے۔ پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے، شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے تو حضورؐ نے نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور خوشی کے جذبہ میں تین بار یا دو بار یہ الفاظ دہرائے کہ قَدْ فَعَلْنَا

(مرات)

حدیث : ۱۱۷

وَعَنْ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّ أَحْيَيْنَ فَاخْشَوْا فِي وُجُوهِهِمُ الشُّرَابَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں کہ 'فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو۔

تشریح:-

مَدَّ أَحْيَيْنَ سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لئے لوگوں کے

منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنا پیٹ بھی پالتے ہیں۔ جھوٹی تعریفیں کر کے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں۔ جو آدمی کسی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ اس لئے مداحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا۔ یعنی تعریفیں کرنے کا عادی۔

بعض شارحین نے حدیثِ بلا کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرأت نہ کریں۔ دو چار دفعہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کر لیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈال دو۔ یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو۔ تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کیونکہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو، زیادہ مال نہ دو۔

(مرأت)

ہدایت : ۱۱۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اتَدْرُونَ مَا الْغَيْبَةُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ
قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ
فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَابْتَهُ وَإِنْ

لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهْتَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي
 رَوَايَةٍ إِذَا قُلْتَ لِأَخِيكَ مَا فِيهِ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَإِذَا
 قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيهِ فَقَدْ بَهْتَهُ - مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا، اللہ اور رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا۔ عرض کیا گیا، فرمائیے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا۔

(مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تم نے اسے بہتان لگایا۔

تشریح:-

مَا الْغَيْبَةُ یعنی قرآن مجید میں ہے کہ لَا يَغْتَابُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا
 بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے اور اس کی
 تفسیر کیا ہے؟

بِمَا يَكْرَهُ يَهَا صَاحِبِ مَرَقَاتٍ فَرَمَاتے ہیں کہ کسی کے خفیہ عیب اس کے پسِ پشت بیان کرنا، عیب خواہ جسمانی ہوں، یا نفسانی، دنیاوی ہوں یا دینی ہوں، اس کی اولاد کے ہوں یا بیوی کے، خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے الغرض کسی طرح سے بھی لوگوں کو سمجھا دو۔ حتیٰ کہ کسی لنگڑے یا پیکلے کی پسِ پشت نقل کرنا، لنگڑا کر چلنا یا مہکلا کر بولنا، سب کچھ غیبت ہے۔ یہ فرمان بہت وسیع ہے۔

(مرقات)

سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا۔ وہ ”مَائِکْرَهُ“ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

فَقَدْ بَهَّتَهُ سُبْحَانَ اللَّهِ، کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو۔ غیبت ہوتا تو سچ ہے مگر ہے حرام۔ اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی اور حرام۔ ہر سچ حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ غیبت ایک گناہ، بہتان دو گناہ۔

وَفِي رِوَايَةٍ يَه رَوَايَتِ مَسْلَمٍ فِي نَهِيهِ بَلَكه امام بغوی نے شرح سنہ میں نقل فرمائی۔

(مرقات)



حدیث : ۱۱۹

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافِيٌّ إِلَّا الْمُجَاهِرُونَ وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَ قَدْ بَاتَ لَيْسْتُ بِهِ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَشْكُوتَةٌ بِأَبِ حَفْظِ النَّاسِ مِنَ الْغَيْبَةِ وَالشُّمِّ .

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ساری اُمت کو عافیت دی جائے گی۔ سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور علانیہ سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا حالانکہ رات کو اس کے رب نے اسے چھپا لیا وہ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا۔

تشریح:-

معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی دی جائے گی دوسرا یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے

اسکی غیبت حرام ہے۔

إِلَّا الْمُبْجَاهِرُونَ یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی۔ ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنی پردہ دری کر رہے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ”مجانہ“ کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی، یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر توبہ نہ کرے۔ مثلاً ”کوئی رات کو بدکاری کرے اور پھر صبح اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرتا پھرے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اور اعلان نہ کرے کہ توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہو گا۔ یہ حکم حقوق العباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لئے ہے اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زناء کر لیا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کر کے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کہا تھا۔

حدیث : ۱۲۰

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ تَوَفَّى رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ
أَبْشِرْ يَا الْجَنَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوْ لَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ يَخْلُ بِمَا

لَا يَنْقُصُهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو۔
(ترمذی، مشکوٰۃ باب حفظ للسان من الغیثہ والشتم)

تشریح:-

أَبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ یعنی میری طرف سے جنت کی مبارک قبول کر کہ تو مومن، متقی، صحابی ہو کر دنیا سے جا رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے تو اسی شخص کے اس کلمہ پر سرکار نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لئے نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کر لی ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو۔ اس کے حساب میں گرفتار ہو۔ جنت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے بعد میسر ہو۔

(مرأت)

بِمَا لَا يَنْقُصُهُ کی وضاحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بخیلی سے مراد ایسی چیز میں بخل کرنا ہے جس میں خود اسی کا کوئی نقصان نہ ہو مثلاً "تعلیم علم یا ادائے زکوٰۃ کہ ان میں کسی کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ علم تعلیم سے اور مال ادائے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے۔
(اشعۃ للمعات)

حدیث : ۱۲۱

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ نَقَلَهَا
ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى تَحْلُفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَتَى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ
ثُمَّ نَادَى اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَرَحْمَتَكَ وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا
أَحَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا
هُوَ غَلَّ أَمْ بَعِيرَةٌ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ قَالَ الْوَابِلِيُّ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مَشْكُوتَةٌ بِأَبْ حَفْظِ اللِّسَانِ مِنَ الْعَيْبَةِ وَالشُّتْمِ .

ترجمہ:

روایت ہے حضرت جندبؓ سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے
اپنا اونٹ بٹھا دیا پھر اسے باندھ دیا۔ پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ ﷺ کے
پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس گیا، اسے کھولا، اس پر
سوار ہوا، پھر پکارا الٰہی مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو
شریک نہ کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا کہتے ہو۔ یہ زیادہ بے وقوف ہے
یا اس کا اونٹ، کہ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں یا رسول اللہؐ۔

(ابو داؤد)

تشریح:-

اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً " رہتے تھے اتفاقاً" کبھی شہر میں کسی کام کے لئے آجاتے تھے۔ وہ آواب سے کم واقف ہوتے تھے۔ اعرابی نے اپنی غلطی سے اس مذکورہ دعا کو بہت اچھا سمجھا اور حضورؐ کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا اس لئے بلند آواز سے کہا کہ حضور انورؐ سن لیں اور خوش ہو جائیں یعنی رب العالمین مجھ پر اور حضورؐ پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو۔

(مرأت)

یہاں صاحب اشعۃ للمعات **هُوَ ضَلَّ اَمُّ بَعِيْرَةَ** کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضلالت سے مراد گمراہی یا بد عقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی و جہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دعا کی یا اس نے حضور ﷺ کی رحمتِ خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعویٰ مساوات کا ہے۔

(لمعات)

معلوم ہوا کہ دعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنا چاہیے بلکہ عام صیغوں سے کی جائے خصوصاً " یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پس پشت بیاں کرنا غیبت نہیں کہ حضورؐ نے اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جب کہ وہ سن نہ رہا تھا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ إِنْ رَجُلًا اسْتَاذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِثْمُ نَوَالِكِ فَبَسَّ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى عَاهَدْتَنِي فَحَاشَا إِنْ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنَزِلًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ وَفِي رِوَايَةٍ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ (رُتَّبُوا عَلَيْهِ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے حاضری کی اجازت مانگی، فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کا بُرا آدمی ہے پھر جب وہ بیٹھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے سامنے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا پھر اس کے اوپر

خنداں پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا۔ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ دیں۔ اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے فحش سے ڈرتے ہوئے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب حفظ لسان من الغیث والشم)

تشریح:-

فَبِئْسَ أَحْوَالُ الْعَشِيرَةِ قَبِيلِے کا بُرا آدمی، حضور انورؐ نے یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ وہ ابھی حضورؐ کے پاس پہنچا نہ تھا بلکہ دروازے پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لفظ غیث ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس آدمی کا نام عینیہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا۔ اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا۔ حضورؐ کے پر وہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا۔ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ اس کا بھتیجا حُرّ ابن قیس پختہ مسلمان، صاحب علم، حضرت عمرؓ کا خاص مقرب تھا۔ اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے۔ ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے۔ سزا دینی چاہی، حُرّ ابن قیس نے عرض کیا۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ حضورؐ یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر فرمائیں۔

(مرقات، اشعۃ)

بہر حال حضورؐ اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق بہت اخلاق سے پیش آئے۔
کرمِ کریمانہ سے کلام فرمایا۔

وَأَبْسَطْتَ إِلَيْهِ يَه كَلَامٍ يَا تُو حَضْرَتِ عَرُوهُ كَا هِي اَس لِي قَلْتِ نَه كَمَا
بلکہ فقالت عائشہ رضى الله تعالى عنها فرمایا یا حضرت عائشہ رضى الله تعالى عنها کا ہی
ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ عمل
شریفِ غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں فرمایا اور سامنے
اخلاق سے گفتگو فرمائی۔ یعنی فرمانِ عالی ارشاد ہوا کہ ہم دوست، دشمن، نیک و بد
سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی یا بد اخلاقی سے پیش نہیں آئے،
تم کو ہمارا تجربہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں
مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں، یہ انہیں میں سے ہے، اگر میں اس کے
سامنے وہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس
کی اصلاح نہ ہو سکتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان
کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لئے اس کے شر سے مطلع
کر دینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لئے اس کو بُرا نہ کہنا اس سے اخلاق سے
پیش آنا سنتِ رسولؐ ہے۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جُداگانہ ہیں۔ حضورؐ حکیم
مطلق ہیں۔

(مرأت)

حضرت خواجہ محمد عمرؒ بیر بلوی فرماتے تھے کہ اللہ کے مقربین اسکی ستاری اور غفاری والی صفت کو سموئے بیٹھے ہیں۔ کہ جو پریشان حال دنیا کا ٹھکرایا ہوا گناہ سے آلودہ شخص انکے در پر آتا ہے وہ دربار میں باریابی پاتا ہے اور انکے آستانوں سے اطمینان و تسلی کی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

حدیث: ۱۲۳

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْا ذَكَرَ اللَّهَ وَشَرَّارُ عِبَادِ اللَّهِ الْمَشَاوِرُ بِالنَّمِيمَةِ الْمَفْرُقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ الْبِرَاءِ الْعَنَتَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَسَاكِرٍ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغيبة واثم)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عبد الرحمن ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آجائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی سے چلیں، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے، پاک لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے۔

(بیہقی شعب الایمان، احمد)

تشریح:-

عبدالرحمن بن غنم، اشعری، شامی اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ نے حضورؐ کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے۔ معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔

(مرأت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ آپ اشعری شامی کے کبار تابعین میں سے ثقہ تابعی ہیں۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائے۔ آپ نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے صحبت کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جو ہم نے عرض کیا۔ آپ شام کے اعلیٰ درجہ کے قصبہ تھے۔ بہت سے فقہاء آپ کے شاگرد ہوئے۔ (اشعۃ) اسماء بنت یزید صحابیہ انصاریہ ہیں۔

(اشعۃ)

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماءؓ کا نام شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔

(مرأت)

خَيْرَ عِبَادِ اللَّهِ - یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثارِ عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاو آجائے۔ ان کے چہرے آئینہٴ خدا نما ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ علیؑ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔ آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، کیسا کریم، بہادر، حلیم جوان ہے۔

(مرقات)

بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔ حضور و آماج
بخش ہجویری کے مزار پر پہنچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمال
یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ يَهَى اللّٰهَ كى ياد آ جاتا۔ یہاں شاہ
عبدالحقؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ معظمہ کے بازار میں سر
جھکائے جا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی۔ میرے منہ سے فوراً نکلا۔ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(اشفا للمعات)

مولانا فرماتے ہیں۔

ہ اے لقاے تو جواب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

بِالنَّمِيمَةِ الْمَعْرِفُونَ معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لئے چغلی کھانا

منوع ہے۔ صلح کرانے کے لئے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہنچانا عبادت ہے۔

باغون جمع ہے باغی کی جس کا مادہ بغی ہے۔ معنی چاہنا ڈھونڈنا۔ براء جمع ہے بری

کی معنی دور یعنی جو عیب سے دور ہوں کن میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے

عیب ڈھونڈنا عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈنا برا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ

کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کفر ہے بعض بد نصیبوں کو نبیوں، ولیوں میں عیب

جوئی کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ رذیل عادت یعنی عیب جوئی موجودہ معاشرے

میں ۹۵ فیصد تک موجود ہے۔ لوگ دوسروں کی عیب جوئی تو بڑی آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بُری عادت سے بچائے۔ آمین (مرأت)

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغَيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اغْتَبَقَهُ يَقُولُ
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَقَالَ
 فِي هَذَا الْأَسْنَادِ ضَعْفٌ) مشکوة باب حفظ لسان من الغيبة راسم

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہے کہ الہی ہم کو اور اس کو بخش دے۔ (بیہقی دعوات الکبیر اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔) تشریح:-

اس فرمانِ عالی کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تو وہ حق العبد بن گئی۔ اس سے جا

کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ ہے اس سے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے۔

۲- اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مرچکا ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

۳- غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر، اگر معاف نہ کرے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

”ملا علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جائے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے۔“ (مرقات)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی ”فرماتے ہیں کہ غیبت بہر حال حق العبد ہے، خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا۔ بہر حال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبرو ریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مردے سے معافی نہیں مانگی جاسکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگیں تو اجمالا ”مانگے یا تفصیلاً“ یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے۔“

(مرأت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ غیبت کو لوگ معمولی چیز سمجھ کر اس سے

توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے۔ زنا کبھی کوئی کرتا ہے اور زنا کو سخت گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتے ہیں۔ مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں۔ یہ وباء عام ہے اس کو لوگ بُرا بھی نہیں سمجھتے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۲۵

وَعَنْ أَسِيدِ بْنِ حَضِرٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِرَاحٌ بَيْنَنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بَعُودٍ فَقَالَ أَصْبِرْ نَبِيُّ قَالَ أَصْطَبِرُ قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَكَيْسَ عَلَى قَمِيصٍ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ قَمِيصِيهِ فَأَخْتَضَّنَاهُ وَجَعَلَ يَقْبَلُ كَشْحَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مَشْكُوهٌ بَابُ

المصافحة والمعانقة

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت اسید ابن حضیر سے جو انصاری آدمی ہیں۔ فرمایا جبکہ وہ قوم سے بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا۔ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسارہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی کوکھ میں چھڑی چبھو دی وہ بولے

مجھے قصاص دیجئے۔ حضور انورؐ نے فرمایا 'قصاص لے لو' عرض کیا کہ آپ پر قیض ہے اور مجھ پر نہیں تو نبی کریمؐ نے اپنی قمیص اٹھا دی وہ حضورؐ سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے، پھر بولے یا رسول اللہؐ میں نے یہی چاہا تھا۔

(ابو داؤد)

تشریح:-

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر تھے۔ بیس (۲۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(مرقات)

صاحب اشعہ فرماتے ہیں کہ آپ انصاری ہیں، اعلیٰ شان والے اور انصار کے نقیب تھے۔ آنحضرتؐ نے آپ کے اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان موافقات کا رشتہ جوڑا۔

(اشعہ)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ایک اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے۔ ان رجلا من الانصار بینما یحدث۔

(مرقات)

فطعنہ النبی فی خاصرته بعود مرقات۔ یہ چھڑی چھبونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا، معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا اس میں شرکت کرنا جائز ہے۔

(اشعہ)

خیال رہے کہ بیٹا باپ سے، شاگرد استاد سے، امتی نبی سے اور غلام مولیٰ سے اپنا قصاص نہیں مانگ سکتا۔ ان کے درمیان قصاص ہے، دیکھو حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی حضرت ہارون کی بے قصور ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں کھنچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا۔ حضور انور کا یہ عمل تعلیمِ اُمت کے لئے ہے تاکہ وہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔ سبحان اللہ، ان صحابی نے یہ قرب حاصل کرنے کے لئے کیا لطیف بہانہ کیا ورنہ کہاں یہ صحابی اور کہاں حضور انور سے قصاص۔

(مرأت)

ع دلِ عشاق حیلہ گر باشد

چوری بکوائے دلبر، سپار جان مضطر

کہ مبادا بار دیگر نہ سی بدیں تمنا

(ترجمہ) اگر دلبر کے پاس تو رسائی حاصل کر لے تو بے قرار جان کو ان پر نچھاور کر دے کہ شاید بار بار ایسے موقعہ نصیب نہ ہوں۔

ہدایت ۱۲۶۸

وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ
مَنْ ضَلَّ إِذَا أَهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتُ
عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ
أَتَمُّرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَافَعُوا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّىٰ إِذَا رَأَيْتَ

شَحَامُطًا عَا وَهَوًى مُتَّبِعًا وَدُنْيَا مُؤَثَّرَةً وَاعْجَابَ كُلِّ
 ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسُكَ
 وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِ فَإِنَّ وَرَائَكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ
 فِيهِنَّ كَانَ كَمَنْ قَبِضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ أَجْرُ
 خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ
 اللَّهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالَ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مَشْكُوتَةٌ بِأَمْرِ الْمَعْرُوفِ وَنَهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ:-

حضرت ابی نعیمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عَلَیْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا
 یُضْرَكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم
 میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی بابت پوچھا (یعنی کیا میں امر
 بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں) آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جاری رکھو۔ یہاں
 تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے۔ خواہش نفس کا اتباع کیا جاتا
 ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر عقلمند اپنی رائے کو پسندیدہ سمجھتا
 ہے اور تم اس امر کو دیکھو کہ جس سے تم کو چارہ نہیں ہے تو تم اپنے آپ کو لازم
 پکڑ لو اور عوام کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تمہارا آئندہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں تم کو
 صبر کرنا پڑے گا اور ان ایام میں جو شخص صبر کرے گا اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ گویا

اس نے اپنے ہاتھ میں انگارے لے لیا ہے۔ ان ایام میں جو شخص احکام دین پر عمل کرے گا اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب جو اسی زمانہ میں ہوں گے؟ فرمایا نہیں تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب (یعنی حضور کے زمانہ کے لوگوں کا ثواب)

(ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح:-

اس حدیث پاک سے امر بالمعروف کا انتہا اور آخر زمانہ میں انفرادی زندگی کا اختیار کرنا اور جماعتی سے افضل ہونا اور اس وقت عاقلین کا قلیل ہونا اور ان کا بہ نسبت متقدمین کے اجر زیادہ پانا صراحتاً ثابت ہوتا ہے اور اشارتاً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ متقدمین اگرچہ بلحاظ تقدم افضل ہیں مگر عرفان میں متاخرین افضل ہوں گے۔ وجہ اشارہ یہ ہے کہ زیادہ اجر کی مدار زیادہ عرفان پر ہے۔

(تشریح از مولانا رشید احمد چھنی گنا)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعہ اللمعات میں اسی حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں۔ (فارسی کا ترجمہ کچھ یوں ہے) اس حدیث سے آخر امت کی فضیلت اس صفت اور اس حیثیت سے صحابہ پر لازم آتی ہے لیکن فضل جزئی منافی فضل کلی نہیں ہے۔ جمہور علماء کا مختار مذہب اس کے خلاف ہے۔ یہ اختلاف ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جنہوں نے حضور سے دائمی صحبت اور شب و روز حاضری دی۔ انوار و برکتِ صحبت سے مستفیض ہوئے اس فضیلت میں

ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ کیونکہ بیک نظرِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ پڑنے انوار و تجلیات اور فضیلت کے وہ باب کھلتے ہیں کہ دوسرا کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

بلکہ وہ صحابہ مراد ہونگے جو صرف ایمان لا کر اپنے وطنِ مالوف چلے گئے اس سے زیادہ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

حدیث : ۱۲۷

وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَّبِعُ مِنْ رِوَا حِينًا فَتَقَبَّلَ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِحْلَةً (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) مشکوٰۃ باب المصافحة والمعانقة .

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت زارع سے اور وہ عبد القیس کے وفد میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی آنے لگے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔ (ابوداؤد)

تشریح:-

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ زارع ابن عامر عبد القیس اپنے قبیلہ کے

دفن میں حاضر بارگاہ رسالت ہوئے، ایمان لائے، صحابی بنے، آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔
(مرقات)

صحابی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے اور اپنی سواریوں سے جلد جلد اتر کر حضور انور کی طرف دوڑنے لگے۔ آج بھی حجاج جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انہیں سلمان رکھنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو۔ اسی دفن میں ایک صاحب تھے جنکا نام دُج تھا، یہ سردار قافلہ تھے۔ یہ اپنی سواری سے اترے، غسل کیا۔ سفید عمدہ لباس پہنا۔ پھر مسجد شریف میں آکر دو رکعت نفل ادا کی۔ پھر نہایت ادب و انکسار، خشوع و خضوع سے بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور انور ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حلم اور دوسرا وقار۔
(اشعۃ)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے، خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ مصافحہ کر کے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے۔ ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے۔ آنکھیں ان کے قدموں سے ملے، مبارک ہیں وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضور کے قدم شریف سے لگ جائیں۔ پاوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے۔ سجدہ میں سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں ایسا نہیں ہوتا۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ ”جب بارگاہ رسالت میں آئیں تو حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے، انہیں چومتے، انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضورؐ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ بھی ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ حضورؐ کا ہاتھ پکڑتیں، اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔“

شارحین فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا حضرت فاطمہؑ کے لئے کھڑا ہونا تعظیم کے لئے نہیں بلکہ خوشی کا قیام تھا۔ کیونکہ تعظیم تو اپنے سے بڑوں کی کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضورؐ کو جناب فاطمہؑ بہت پیاری تھیں۔ آپ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ جناب خدیجہ الکبریٰؑ آپ کے لڑکپن میں وفات پا گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورؐ کی گود میں اور آپکی آغوش میں پلیں۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کیلئے قیام سنتِ فاطمہؑ الزہراءؑ ہے اور خوشی کیلئے قیام سنتِ رسول اللہؐ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۸

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَاةِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ

الصَّبْحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَ
 كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ
 وَيَتَبَسَّمُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي
 رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ يَتَنَاشَدُونَ الشَّعْرَ - مَكْرُوهٌ بَابِ الضَّمِّ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 ﷺ نہ اٹھتے تھے اپنے اس مصلے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے، حتیٰ کہ
 سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے
 تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تو ہنستے تھے اور نبی کریم
 ﷺ مسکراتے تھے۔ (مسلم) اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ
 حضرات اشعار پڑھتے تھے۔

تشریح:-

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ -

- ۱- نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہنا سنت ہے۔
- ۲- اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان
 اوقات میں تلاوت قرآن اس لئے افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے
 گا۔

۳- نقلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیتِ اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔

۴- مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنتِ صحابہ ہے۔

۵- آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے نا سمجھ تھے۔ اب حضورؐ کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔

۶- حضورؐ بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے اور ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۲۹

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَّانَ إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَنْزِلُ إِلَّا بِإِذْنِكَ مَا نَا فَحُتَّ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَأَشَفَى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البیان والشعر

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسان سے فرماتے سنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ اور رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسان نے ان کفار کی ہجو کی تو شفا دی اور شفا پائی۔ (مسلم)

تشریح۔

حضرت حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام انصاری مدنی ہیں۔ ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں خاص شاعر اسلام ہیں۔ خلافتِ حیدری میں وفات پائی۔

جب کفارِ اسلام مسلمانوں بلکہ خود حضور ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کرتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہما، جو اباً "کفار" ان کے دین اور ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے۔ حضور اس کے متعلق حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبرائیلؑ تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے، تمہارا احترام کرتے ہیں، یہ ہے جبرائیلؑ کی مدد۔ معلوم ہوا کہ دشمنانِ دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبوت ہے۔ بعض اوقات جہاد میں قصیدے بڑی مدد دیتے

ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں اسے اچھی طرح آزمایا گیا۔ ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعے غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرمادیا جس کا نتیجہ نہایت ہی اچھا رہا۔

ہَجَّاهُمْ حَسَّان :- پہلے قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے۔ حضرت حسان نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی۔ مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا۔ حسان کے اشعار مرہمِ زخمِ دل ہیں۔

غزوہ خندق کے بعد حضور انورؐ نے بنی قریظہ، یہودِ مدینہ کا محاصرہ فرمایا تو حضرت حسان سے فرمایا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبرائیلؑ تمہارے ساتھ معلون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الہی میرے حسان کی جبرائیلؑ سے مدد کر۔ معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریفیں کرنا نیکی ہے اور مردودوں کی ہجو کرنا نیکی ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۳۰

وَعَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِي وَاللَّهِ لَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) شُكُوهُ بَابِ الْبُكَاءِ وَالْحَنُونِ

ترجمہ:-

روایت ہے جناب اُمّ العلاءِ الأَنْصَارِيَّةِ سے ' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(بخاری)

تشریح:-

اُمّ العلاء صحابیہ ہیں۔ حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی۔ حضور انور ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی۔

(مرأت)

فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں ربّ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس حدیث کے متعلق محدثین کے بہت قول ہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور یہ آیت قُلْ لَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ اِس آیت سے منسوخ ہیں يَغْفِرْ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ بَعْضُ شَيْءٍ قَابِلٌ نَسْخٍ هُوَ تِي هِيَ۔

(مرقات)

شارح مشکوٰۃ صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور حدیث منسوخ نہیں۔ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ وراثت کی نفی ہے۔ علم عام ہے جبکہ وراثت کا مطلب ہے کہ کوئی چیز اپنے قیاس اور انکل اندازے سے معلوم کرنا۔ مطلب یہ

ہے کہ میں باوجود اس کے کہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الہی سے ہے۔ اسی لئے اس آیت کے آخر میں ہے۔ **إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ لِنَذَائِهِ** حدیث دوسری آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہو گا۔ میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنتی ہیں وغیرہ۔ حضورؐ تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں۔ **وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا** خیال رہے کہ حضرت اُمّ العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر ارشاد عالی ہوا تھا کہ محض اپنی عقل سے یہ کیوں کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۴۱

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَرَضْتُ عَلَى النَّارِ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
تَعْدَبُ فِي هَمْسَةٍ لَيْلَةٍ لَمْ تَطْعَمْهَا وَلَمْ تَدْعُهَا
تَأْكُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا وَرَأَيْتُ عَمْرًا

بْنِ عَامِرِ الْخُرَاعِيِّ يَجْرُ قُصْبُهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
سَيَّبَ السَّوَابِبَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) شُكْرًا بَابُ الْبُكَاءِ وَالْمُخْوَفِ.

ترجمہ:-

حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر آگ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی جا رہی ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ ہی چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی حتیٰ کہ بھوک سے مر گئی اور میں نے عمرو ابن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کئے۔ (مسلم)

تشریح:-

ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج کا ہے جب حضور ﷺ نے جنت دوزخ کی سیر فرمائی اور ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی خواب کا ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی، کافر نہیں تھی اسے اس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا تھا۔ (مرقات)

معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو

عذاب قبر ہوگا۔

حَتَّىٰ مَاتَتْ جُوعًا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہیے تو جو انسان خصوصاً "مسلمان" پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہوں گے۔
دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی دیکھتی ہے۔ مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کو ہو گا مگر حضور انورؐ نے پہلے ہی ملاحظہ فرما لیا۔ حضور انورؐ نے شبِ معراج جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے جوتوں کی آہٹ سنی۔ یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب حضور جنت میں داخل ہوں گے تب حضرت بلال رضی اللہ عنہما ہٹو بچو کرتے آگے ہوں گے۔ وہ آہٹ حضور آج سن رہے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حضور لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔ (مرأت)

عمرو بن عامر۔ یہ قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں

بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا۔ اسے بھی حضور انورؐ نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دی جائے۔ اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے، کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے۔ جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجا۔ بعض روایات میں عمرو ابن لُحی آیا ہے ہو سکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لُحی اس کے دادا کا نام، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (اشعث)

حضور انورؐ نے اس کو آگ میں جلتے، نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۳۲

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
مشکوٰۃ باب البكاء والخوف -

ترجمہ:-

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اس پر اٹھلایا جائے گا جس پر مرے گا۔ (مسلم)

تشریح:-

اعتبار خاتمے کا ہے اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مومن رہا ہو اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو، اسی لئے تو فرمان باری تعالیٰ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا۔ اسی پر انشاء اللہ مرے گا اور جس پر مرے گا اسی پر اٹھے گا۔ انشاء اللہ ذاکرین ذکر الہی کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ شافلین یار کے مشغل میں، واصلین وصال میں، کالین کمال میں، حتیٰ کہ بلالؓ اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں اچھا مشغل عطا کرے اور اسی پر موت دے۔ آمین ثم آمین۔

(مرأت)

اس جگہ محدث اعظم و عارف کامل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) کہ بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر کسی سالک کو حضورؐ یادداشت و جوہر ذکر کی نعمت نصیب ہو جائے اسکا دل حضوری میں قرار پا جائے تو ایسی حالت میں سکرات موت و بیتابی کی وجہ سے اس کیفیت میں فتور بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بعد از مفارقت روح پھر وہی حالت عود کر آتی ہے اور جسم و جان اسی کیف و سرور سے سرشار ہو جاتا ہے۔

(اشاعت)

اسکی واضح مثال فروری ۱۹۳۹ء میں ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ رابع حضرت بلیؒ کا جب لاہور میو ہسپتال میں انتقال ہوا تو ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ دل ڈاکر تھا اور پوری شدہ دم سے چل رہا تھا۔ غالباً یہ اس لئے کہ یہ پوری عمر کی مشق تھی کیونکہ سالک اپنی تمام عمر اسی جدوجہد اور اس کی تلاش میں گزار دیتا ہے۔ بہر حال ہسپتال سے اجازت کے بعد اپنے وطن مالوف اللہ شریف میں پہنچے تو ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دل دھک دھک چل رہا تھا اور وہ پھول جو جسم اطہر پر سجائے گئے تھے اُچھل اُچھل کر دعوتِ نظارہ دے رہے تھے۔ راقم نے یہی کیفیت قبر میں اترنے کے بعد بھی دیکھی تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر گز نیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حدیث: ۱۳۳

وَعَنْ أَبِي ذَرِّقَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ
 وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَأْطُرَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعٌ
 أَرْبَعُ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاصِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ
 كَوْتَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكِكُمْ قَلِيلًا وَلَبْكِيَّتُمْ كَثِيرًا وَمَا
 تَلَدَّ ذُتُّمُ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعَدَاتِ
 تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ قَالَ أَبُو ذَرِّقَانَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ شَجَرَةً
 تُقَضُّ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) سُكُوتٌ بِأَبْيَا وَالْحَرْفُ

ترجمہ:

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور روتے زیادہ۔ اور بیویوں سے

بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ ابوذر فرمانے لگے کہ ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کلٹ دیا جاتا۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح:-

حضور انور ﷺ کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضورؐ کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
ملا ترون میں ماعام ہے ہر غیبی چیز حضورؐ پر ظاہر
ہے۔

یعنی قیامت کے خوف و دہشتِ دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی پکڑ عالم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے ہوئے علم میں فرق ہوتا ہے۔ نہ دیکھے ہوئے سے۔

أطت بنا ہے اطمینان سے جس کا معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلق آواز بھی۔ یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوفِ الہی میں روتا ہے، فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر، یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے

مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ یعنی اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا۔ معلوم ہوا کہ حضور انورؐ کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے۔

صُعَدَاتِ جَمْعٌ ہے صَعِيدِ کی معنی زمین کی ظاہری مٹی۔ اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے۔ پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے۔ جنگلوں میں چیتے روتے پھرتے۔

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ شَجَرَةً ۖ يَهْدِيهِ دَرْدَاكٌ تَمْنَا رَاوِي حَدِيثِ حَضْرَتِ ابُو ذَرٍّ ۖ كِي هِيَ۔ بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کر کے کھا لیا جاتا۔ صدیق اکبرؓ تمنا کرتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میں انسان نہ ہوتا جو احکام کے مکلف ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحب قرآن نے دے دی ہے۔ اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف زیادہ۔ اللہ اپنا خوف عطا کرے۔ امین

مرات

حدیث: ۱۳۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ أَذْكَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ الْأَيْ سَلَّمَ اللَّهُ

غَالِبُهُ إِلَّا إِنَّ سِلْعَةَ اللَّهِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
مشکوٰۃ باب البكاء والخوف:

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو ڈرتا ہے، وہ اندھیرے میں اٹھتا ہے، جو اندھیرے میں اٹھتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا منگنا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

تشریح :-

یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے، وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے۔ لٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے۔ ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں۔ ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

فرمانِ علیؑ میں اس آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ۔ جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت کرنے والا ہے، ہم خریدار ہیں۔ ہمارے مال و جان اس سودے کی قیمت ہیں۔ اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔ ہمارے جان و مال سودے میں ہیں۔ جنت اس کی قیمت ہے۔ اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جائے تو سستا ہے۔

بے سرتیاں راقب ملے اوہ پیارا
بڑا سستا سودا خریدار نوں ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتم
نرخِ بلا کن کہ ارزانی ہنوز

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے۔
فقیروں، بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی، اس پر کرم کریمانہ ہوتا ہے۔

چہ باشد کہ مشتے گدایانِ خیل
بیابند دارالسلام از طفیل

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ
جائیں تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ ہمارا بھلا ہو جائے گا۔
مرات

چہ کم گردد زجاہے چونوشا ہے
اگر گاہے کنی - سویم نگاہے
جای

ترجمہ۔ آپ جیسے بادشاہ کا مرتبہ کیا کم ہوتا ہے کہ اگر کبھی میری طرف
بھی نگاہ کرم ہو جائے۔

حدیث : ۱۳۵

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ
سَبَّتَ قَالَ شَيْبَتْنِي هُوْدُ وَالْوَأَقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ
يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مشکوٰۃ باب الیکاد والمخوف۔

ترجمہ :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت
ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۃ
ہود، سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ نبا اور سورۃ تکویر نے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی)

تشریح

اس طرح کہ حضورؐ پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی
بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہو گئی کیونکہ
حضور انورؐ کے سرمبارک اور واڑھی شریف میں کل بیس (20) بیس سے کم بال
سفید تھے۔ (مرقات)

صاحب مرقات مزید فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
شمار کیا ہے آپ کے کل چودہ (14) بال سفید تھے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال واڑھی میں

اور ایک بل ریش میں۔ فرمایا جن سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی اُمت کا خوف ہے ان کی فکر اسی قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

ایک بزرگ نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی اور یہ حدیث پیش کی فرمایا۔ حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضورؐ کو بوڑھا کیا۔ فرمایا۔ فاستقم كما امرت ومن تاب معك

مرقات

امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضورؐ کو ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی اُمت کی فکر ہے۔ (مرأت)

حدیث: ۱۳۶

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ نَفْسٍ يُظْلَمُهُمُ اللَّهُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْمُرَوِّضِي فِي الْمَكَارِهِ وَالْمَاشِي إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلِّ وَمُطْعِمِ الْجَائِعِ. (مُتَّبَعَاتُ ابْنِ حِبْرٍ عَسْقلَانِي)

ترجمہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ عرش کے نیچے جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا وضو کرنے والا، تکلیفوں میں اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والا اور بھوکے لوگوں کو کھلانے والا۔

(منہیات)

حدیث : ۱۳۷

وَعَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ فِي
الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ الْخُلُودُ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ
وَخِدْمَةُ الْمَلَائِكَةِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَجِوَارُ
الْأَنْبِيَاءِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَأَرْبَعَةٌ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ
النَّارِ الْخُلُودُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَتَوْبِيخُ الْمَلَائِكَةِ
الْكَفَّارِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَجِوَارُ الشَّيْطَانِ فِي
النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَغَضَبُ اللَّهِ تَعَالَى فِي النَّارِ شَرٌّ
مِّنَ النَّارِ (منہیات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ

روایت ہے نبی کریم ﷺ سے کہ فرمایا جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں۔ ہمیشہ رہنا جنت میں جنت سے بہتر ہے، اور جنت میں فرشتوں کی خدمت گاری جنت سے بہتر ہے، اور جنت میں انبیاء کرام کا پڑوسی ہونا جنت سے بہتر ہے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت سے بہتر ہے۔

اور چار چیزیں دوزخ میں دوزخ سے بھی بدتر ہیں۔ دوزخ میں بیٹھنے دوزخ سے بدتر ہے، اور دوزخ میں کافروں کو فرشتوں کا جھڑکنا دوزخ سے بدتر ہے، اور دوزخ میں شیطان کا پڑوسی ہونا دوزخ سے بدتر ہے، اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا غصہ دوزخ سے بدتر ہے۔

(منہات)

ہمیشہ : ۱۳۸

وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ الطَّيِّبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ
قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ مَعَهُ أَصْحَابُهُ جُلُوسًا فَقَالَ
أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَحُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثٌ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ
اللَّهِ وَإِنْفَاقُ مَالِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَأَنْ يَكُونَ ابْنَتِي

تَحْتَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقْتَ يَا
 أَبَا بَكْرٍ وَحَبِيبِ إِلَى مَنْ الدُّنْيَا ثَلَاثُ الْأُمُورِ بِالْمَعْرُوفِ
 وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالثُّبُوتِ الْخَلِيقُ فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 صَدَقْتَ يَا عُمَرُ وَحَبِيبِ إِلَى مَنْ الدُّنْيَا ثَلَاثُ أَشْبَاعُ
 الْجِيعَانِ وَكِسْوَةُ الْعُرْيَانِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ فَقَالَ عَلِيُّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقْتَ يَا عُثْمَانُ وَحَبِيبِ إِلَى مَنْ الدُّنْيَا
 ثَلَاثُ الْخِدْمَةِ لِلضَّيْفِ وَالصَّوْمِ فِي الضَّيْفِ وَالضَّرْبُ
 بِالسَّيْفِ فَبَيَّنَّا هُنَّ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَ جِبْرَائِيلُ وَقَالَ أَرْسَلَنِي
 اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَتَسْمِعَ مَقَالَتِكُمْ وَأَمَرَكَ أَنْ
 تَسْأَلَنِي عَمَّا أَحَبُّ أَنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ مَا
 تُحِبُّ إِنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَقَالَ إِرْشَادُ الضَّالِّينَ
 وَمَوَانِسَةُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِينَ وَمُعَاوَنَةُ أَهْلِ الْعِيَالِ
 الْمُعْسِرِينَ وَقَالَ جِبْرَائِيلُ يُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ
 مِنْ عِبَادِهِ ثَلَاثَ خِصَالٍ بِذَلِكَ الْإِسْتِطَاعَةَ وَالْبُكَاءُ
 عِنْدَ النَّدَامَةِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الْفَاقَةِ (مِنْبَغَاتُ ابْنِ حَجَرٍ عُسْقَلَانِي)

ترجمہ و تشریح :-

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تمہاری دنیا

سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ ”خوشبو“ عورت (حضور انورؐ نے عورت کو اس واسطے پسند فرمایا کہ دنیا میں بقائے نسل اور گھر کا آرام سکھ سب عورت سے وابستہ ہے) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز“

جب یہ فرمان ہوا تو وہاں صحابہ کرامؓ بھی حاضر خدمت تھے اور ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ رسول اللہؐ کے چہرہ انورؐ کو دیکھتے رہنا۔ رسول اللہؐ پر اپنا مال خرچ کرنا اور میری بیٹی کا حضورؐ کی خدمت میں ہونا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بولے کہ ابو بکرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور لباس میں پرانا کپڑا استعمال کرنا پھر حضرت عثمانؓ بولے کہ عمرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا، تنگے بدن کو لباس پہنانا اور تلاوتِ قرآن کرنا، حضرت علیؓ بھی حاضر درگاہ تھے انہوں نے فرمایا عثمانؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا، گرمیوں میں روزے رکھنا اور تلوار سے لڑائی کرنا۔ یہ مبارک مجلس اسی حال میں تھی کہ اچانک جبرائیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی تو مجھے بھیجا تاکہ میں بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتاؤں کہ اگر میں دنیا میں ہوتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم دنیا میں ہوتے تو تمہاری پسندیدہ چیزیں کیا ہوتیں۔ جبرائیلؑ نے کہا۔ ”بھولے بھٹکوں کو راہ بتلانا، غریبوں اور عبادت کرنے والوں سے محبت کرنا اور بھوکے عیالداروں کی مدد کرنا اور ساتھ ہی حضرت جبرائیلؑ

نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے تین خصلتیں پسند کرتا ہے۔ ”اپنی طاقت بدنی ہو یا مالی عبادت میں خرچ کرنا۔ گناہوں کی ندامت پر رونا اور بھوک پر صبر کرنا۔“

حدیث : ۱۳۹

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ نَفَرٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ أُولَئِهِمْ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ دُمُوعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَلَمْ تَعْلَمْ شِمَالُهُ بِمَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ وَرَجُلَانِ تَحَابَّ فِي اللَّهِ وَرَجُلَانِ دَعَتْهُمُ امْرَأَةٌ ذَاتُ جَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا فَأَبَى وَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى رَمِيهَا ابْنُ حَبْرَةَ عَقْلَانِي

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ

میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن کہ سوائے اس کے اور کوئی سہیہ نہ ہوگا۔ امام عادل یعنی بادشاہ انصاف کرنے والا اور وہ جوان کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادات میں بڑا ہوا اور تمام عمر گزار دی اور وہ شخص کہ جس نے تمہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے خوف خدا کی وجہ سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ شخص کہ جس کا دل مسجد سے معلق رہے یہاں تک کہ مسجد کی طرف لوٹ آئے۔ یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت آگیا اور مسجد کی طرف لوٹ گیا اور وہ مرد جو صدقہ و خیرات کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ دو مرد جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور وہ مرد جس کو کوئی خوبصورت عورت اپنے نفس کی طرف دعوت دے تو وہ انکار کر دے اور کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

حدیث : ۱۲۰

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا زَالَ يُوصِيَنِي جِبْرَائِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُهُ وَارِثًا وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالنِّسَاءِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَحْرِمُ طَلَاَقَهُنَّ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالْمَمْلُوكِينَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُ لَهُمْ وَقْتًا يُعْتَقُونَ فِيهِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالسُّوَالِكِ حَتَّى

ظَنَنْتُ أَنَّهَ فَرِيضَةٌ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالصَّلَاةِ فِي
 الْجَمَاعَةِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهَ لَا يَقْبَلُ اللهُ تَعَالَى صَلَاةً إِلَّا
 فِي الْجَمَاعَةِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتَّى ظَنَنْتُ
 أَنَّهَ لَا نَوْمَ بِاللَّيْلِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِذِكْرِ اللهِ حَتَّى
 ظَنَنْتُ أَنَّهَ لَا يَنْفَعُ قَوْلٌ إِلَّا بِهٖ (منبهات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیلؑ ہمیشہ ہمسائیوں کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے وارث بنا دیئے جائیں گے۔ اور عورتوں کے بارے میں جبرائیلؑ مجھے وصیت کرتا رہا کہ مجھے گمان ہوا کہ ان پر طلاق حرام کر دی جائے گی اور غلاموں کے متعلق مجھے وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ کسی وقت میں آزاد ہو جائیں گے، اور مجھے مسواک کے متعلق وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ فرض ہو جائے گی، اور مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ جماعت کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوگی، اور ہمیشہ مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ میں سمجھا کہ رات کی نیند نہیں ہوگی، اور مجھے ذکر اللہ کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ ذکر کے بغیر کسی بات کی اجازت نہیں ہوگی۔

حدیث : ۱۴۱

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ لِابْلِيسَ عَلَيْهِ
 اللَّعْنَةُ كَمْ أَحْبَبْتُكَ مِنْ أُمَّتِي قَالَ عَشْرَ نَفْسٍ أَوْلَهُمْ
 الْإِمَامُ الْجَبَّارُ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْفَنِيُّ الَّذِي لَا يُبَالِي مِنْ
 آيِنٍ يَكْتَسِبُ الْمَالَ وَفِي مَا ذَا يُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِي
 صَدَّقَ الْأَمِيرَ عَلَى جَوْرِهِ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَكِرُ
 وَالزَّانِي وَآكِلُ الرِّبَا وَالْبَخِيلُ الَّذِي لَا يُبَالِي مِنْ آيِنٍ
 يَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ مَدٌّ مِنْ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَمْ أَعْدَاؤُكَ مِنْ أُمَّتِي
 قَالَ عَشْرُونَ نَفْسًا أَوْلَهُمْ أَنْتَ يَا مُحَمَّدٌ فَإِنِ ابْتِغَيْتَ
 وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْآنِ إِذَا عَمِلَ بِمَا فِيهِ
 وَالْمُؤَدِّنُ لِلَّهِ فِي خُسِّ صَلَوَاتٍ وَمُحِبُّ الْفُقَرَاءِ
 وَالْمَسَاكِينِ وَالْيَتَامَى وَذُو قَلْبٍ رَحِيمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ
 وَشَابٌّ نَشَأَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَآكِلُ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ
 الْمُتَحَابِّانِ فِي اللَّهِ وَالْحَرِيصُ عَلَى الصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ

وَالَّذِي يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامُ وَالَّذِي يُصِيبُ نَفْسَهُ
عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِي يَنْصَحُ وَفِي رِوَايَةٍ يَدْعُو لِلْأَخْوَانِ
وَلَيْسَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ وَالَّذِي يَكُونُ أَبَدًا عَلَى وَضوءٍ
وَسَخِيئٌ وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُصَدِّقُ رَبِّهِ بِمَا ضَمِنَ اللَّهُ
لَهُ وَالْمُحْسِنُ إِلَى مَسْتَوِرَاتِ الْأَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ
(مَنْبَهَاتُ ابْنِ حَبْرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ و تشریح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ابلیس سے پوچھا کہ میری امت سے تیرے کتنے دوست ہیں تو اس نے کہا کہ دس آدمی میرے دوست ہیں۔

ظالم حاکم، متکبر، وہ ملدار غنی جو یہ نہ سوچے کہ مل کیسے حاصل کر رہا ہوں، اور کہاں خرچ کر رہا ہوں اور وہ عالم کہ کسی امیر کو اس کے ظلم پر اس کو سچا کر دے، اور تاجر جو خیانت کرتا ہو، اور ابلج کو ذخیرہ کر کے روکنے والا، اور زنا کرنے والا، اور سود کھانے والا، اور وہ بخیل جو یہ نہ سوچے کہ کہاں سے مل جمع کر رہا ہے، اور شراب پینے والا، جو ہمیشہ اسکا عادی ہو جائے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے تیرے دشمن کون ہیں۔ شیطان ملعون نے کہا کہ ہیں۔

سب سے پہلے یا محمدؐ میں آپ کو دشمن رکھتا ہوں، اور وہ عالم جو اپنے علم پر عامل ہو، اور قرآن کا حافظ جبکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرے، اور پانچ وقت محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر اذان کہنے والا، اور فقراء و مساکین اور یتیموں سے محبت کرنے والا، اور مہربان دل والا، یعنی رحم کرنے والا، اور اللہ کے لئے تواضع کرنے والا، اور وہ جو ان جو شروع ہی میں اللہ کی عبادت میں لگ جائے، اور حلال کمائی کھانے والا، اور وہ جو آپس میں محض اللہ کی رضا کی خاطر دوستی رکھتے ہوں، اور نمازوں کا حریص یعنی عادی جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے، اور وہ شخص جو رات جاگ جاگ کر نماز پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، اور وہ جو اپنے آپ کو حرام سے روکے، اور وہ شخص جو ہر ایک کی خیر خواہی کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ بھائیوں کے واسطے دعا کرے اور اس کے دل میں ان کے خلاف کوئی چیز نہ ہو۔

اور وہ شخص جو ہمیشہ با وضو رہے، اور سخاوت کرنے والا، اور حسن اخلاق والا، اور وہ کہ جس کی ضمانت اللہ کے ذمے ہے اس کو سچ جانتا ہو اور ایمان رکھتا ہو مثلاً "رزق وغیرہ" اور بیوہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے والا، اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے والا۔

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكُ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ

إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ الْأَحَدَاتِ بِدِ حَفِظَتْهُ مِنْ حَفِظَتْهُ وَ
 نَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابُ هُوَ لَا وَانَّهُ
 لِيَكُونَنَّ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيَهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكَرُهُ كَمَا
 يَذْكَرُ الرَّجُلُ وَحَهُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ
 عَرَفَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) شُكْرَةُ كِتَابِ الْفِتَنِ

ترجمہ:

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ
 ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے اس جگہ میں قیامت تک ہونے والی
 کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دی جس نے اسے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا، جو
 بھول گیا، وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں۔ ان واقعات میں سے
 کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو ایسے یاد کر لیتا
 ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب
 اسے دیکھے تو پہچان لے۔

تشریح:-

حدیث مذکور کے راوی حضرت حذیفہ ابن یمان حضورؐ کے صاحبِ اسرار

صحابی ہیں۔

قام فینا حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے آپکا یہ قیام آئندہ واقعات

کی خبریں دینے کے لئے تھا۔

إِلَّا حَدَّثَ بِهِ (مگر اس کی خبر دی) حضورؐ نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتیٰ کہ قطرہ قطرہ اور ذرہ ذرہ کا بیان فرما دیا یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہر ذرے اور ہر قطرے کا علم بخشا۔ اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرما دینا حضور انورؐ کا معجزہ ہے جیسے داؤدؑ آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انورؐ کو سب کچھ سکھا دیا جس سے حضور انورؐ ان سب کے عالم بن گئے۔ مگر آپ نے حضرات صحابہؓ کو یہ سب کچھ بتا دیا، سکھایا نہیں جس سے وہ صحابہ ان سب کے عالم نہ بن سکے۔ لہذا صحابہ کا علم حضورؐ کے برابر نہ ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا جس سے وہ ان تمام اسماء کے عالم بن گئے، مگر آدمؑ نے فرشتوں کو یہ نام بتا دیئے، سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بنے۔ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَاءِهِمْ

وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ (جو بھول گیا، وہ بھول گیا۔) یعنی یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو یاد نہ رہیں۔ بعض کو زیادہ اور بعض کو تھوڑی باتیں یاد رہیں۔ بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں۔

قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هُوَ لَأَيُّ (یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں)

یعنی جو صحابہ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انورؐ نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں۔

ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ عَرَفَهُ (جب دیکھے تو پہچان لے) جس طرح بھولا بچھڑا آدمی جب

سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آکر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلا دیتے ہیں کہ حضور انورؐ نے یہ فرمایا تھا دیکھو وہ واقعہ اس طرح ہے۔
(مرات)

حدیث: ۱۲۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتُظْهِرُ الْفِتْنُ وَيُلْقَى الشُّعْ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مَكْنُوَةٌ بَابِ الْفِتْنِ

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ زمانہ چھوٹا ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا ہرج بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل۔

تشریح:-

”يَتَقَارَبُ“ بنا ہے قُرب سے بمعنی نزدیکی اس کے بہت معنی کئے گئے

ہیں۔ مشہور معنی یہ ہے کہ زمانے کے اجزاء دن رات گھنٹہ، منٹ، ہفتہ، مہینہ اور سال ایک دوسرے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں

گے اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ قرب قیامت میں سال ایک مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن آگ سلگانے جتنے وقت میں گزریں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جائے گا یا یہ کہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ و جدال کے لئے گتہ جائیں گے۔ قریب تر ہو جائیں گے۔ یا سارے اوقات شرفساو میں ایک دوسرے سے قریب و یکساں ہو جائیں گے۔

وَيُقْبِضُ الْعِلْمَ علم سے مراد علم دین ہے علم دین کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی اور نہ حکومت میں۔ اس کا مشاہدہ آج کل ہو رہا ہے۔ اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کر رہے ہیں۔ صرف علماء کے لئے کوئی ذریعہ نہیں۔ انگریزی ایم اے یا (M.Sc.) ایم ایس سی کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا۔ تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں۔ دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔ دین رسولی باغ ہے اور علم دین اس کا پانی۔ جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہوگا۔

وَيُلْقَى الشُّعْشُعَ یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے۔ علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے اور کاریگر اپنا ہنر سکھانے میں بخل کریں گے۔ ملدار لوگ اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے۔ يُلْقَى فرما کر بتایا گیا کہ یہ بخل شیطان دلوں میں ڈالے گا۔ لوگوں کو بخل کے فائدے، سخاوت کے نقصانات ذہن نشین کر دے

کا

ہَرْجُ، ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہے۔ یہاں خاص فتنہ یعنی قتل و خون
مراد ہے۔ حرج "ح" سے ہو تو اسکا معنی تنگی ہے۔ لیس علی الاعمی
حرج

(مرأت)

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ
عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُولُ
فِيْمَ قُتِلَ نَقِيلُ كَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ الْمَرْجُ الْقَاتِلُ
وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ
لوگوں پر وہ دن آجائے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ
مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ کیسے ہو گا فرمایا فتنہ
عامہ کی وجہ سے قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔
(مسلم)

تشریح۔

اس فرمانِ علی کا ظہور آج پورے طور سے ہو رہا ہے بت بات پر مکھی، پھھر اور کھٹل کی طرح انسان قتل کرائے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے بدلے دو تین کو مار دیتے ہیں پھر وہ لوگ دو کے بدلے تین چار کو مار دیتے ہیں اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ**

الْهَرَجِ (فتنہ) یعنی لوگوں میں لاقانونیت، طبیعتوں میں بربریت پیدا ہو جائے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح آج کا زمانہ ہے۔

الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ (قاتل و مقتول دونوں جہنم میں)
قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا اور مقتول ارادہ قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ اس کا داؤ نہ چلایا اس کا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ اور ارادہ گناہ دونوں سے بچائے۔ آمین

(مرأت)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قریب قیامت زلزلے زیادہ آئیں گے۔

(مشکوٰۃ)

حدیث : ۱۲۵

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ (مَسْفُوقٌ عَلَيْهِ) مَكْتُوبَةٌ كِتَابِ الرَّيِّ

ترجمہ:-

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:-

حدیث پاک کے چند معنی کئے گئے ہیں

۱- دیکھنے سے مراد خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد واقعی دیکھنا۔ باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیال شیطانی نہیں میری ہے۔

۲- تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور کو دیکھتے اور کلام کرتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابوالحسن شاوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور نے فرمایا کہ اپنے کپڑے پاک رکھو۔

نور الدین یحییٰؒ نے روضہ انور سے جواب سلام سنا۔ شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضورؐ کا جمل نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں۔ حضرت غوثِ پاک ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں غیند آگئی۔ حضورؐ غوثِ پاکؒ منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب اور خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوثِ پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی بولے ہاں۔ فرمایا اسی لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ فرمایا تم کو حضورؐ نے کیا حکم فرمایا، عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علی نے کہا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جناب غوث نے بیداری میں دیکھا غرضیکہ بیداری میں حضورؐ کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(اشعۃ)

کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں ربِّ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ان آنکھوں سے ربِّ تعالیٰ کو صرف حضور انورؐ نے بیداری میں دیکھا۔ مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے دور جا کر یعنی معراج کی رات۔ ہاں خواب میں ربِّ تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے۔ حضور انورؐ صبح کی نماز میں دیر سے آئے۔ بعد نماز فرمایا کہ میں نے ربِّ تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا۔

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد

رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ دِكْرَ رَسُولًا
کیونکہ حضور انور کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ حضور مذکور ہیں۔ انما انت
مذکور

(مرات)

حدیث : ۱۲۶

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ رَانِي فِي الْمَنَامِ فَسِيرَانِي فِي الْيَقْظَةِ وَلَا
يَتَّصِلُ الشَّيْطَانُ بِي (صَتْفُو عَلِيٍّ) شكوة كتاب الرثا

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں
دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:-

حدیث مذکور کے چند ایک معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ جس صحابی نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بیداری میں دیکھے گا۔

۲۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔

۳۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء اللہ تو ظاہر ظہور دیکھیں گے۔ ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وقت پائیں گے۔ تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے ایک بار خواب میں سرکارِ دو عالمؐ کو دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انورؐ کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت میمونہ نے حضورؐ کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انورؐ اپنا چہرہ مبارک (والضحیٰ) دیکھا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضورؐ کی صورت شریف نظر آئی۔ اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔

(اشعۃ اللمعات)

۴۔ میرے زمانہ حیات میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ انشاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا۔

تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(مرأت)

لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ (شیطان میری شکل نہیں بن سکتا) یہ حضورؐ کا

وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہ کر سکا اسی طرح تا قیامت کسی کی خواب میں حضورؐ کی شکل میں نہیں آسکتا۔ حضورؐ انورؐ کے سوا اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے۔ خواب میں باتیں کر جاتا ہے۔ مرد یا عورت کو احتلام اسی ہی کی مہربانی سے ہوتا ہے۔

(مرأت)

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آسکتا ہے مگر مصطفیٰ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضورؐ ہادی مطلق ہیں اور شیطان مُضِلّ مطلق۔ گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے۔ دو ضدیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مُضِلّ بھی۔ دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہو سکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(اشعة اللمعات)

حدیث: ۱۲۷

وَعَنْ ابْنِ عَائِدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَزَارَةٍ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّهُ رَجُلٌ فَاجِرٌ
فَأَلْتَفَتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ
فَقَالَ هَلْ رَأَهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ إِلَّا سَلَامٌ فَقَالَ رَجُلٌ
نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَصَلَّى
عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَتَّى عَلَيْهِ
الْتِرَابُ وَقَالَ أَصْحَابُكَ يُظَنُّونَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ
وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عَمْرُؤُا إِنَّكَ
لَا تُسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلَكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) مَكْوَاةُ بَابِ الْجَهَادِ

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابن عائد سے 'فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک
شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر ابن
خطابؓ نے عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ'۔ اس پر نماز نہ پڑھے کیونکہ فاجر آدمی ہے۔
تب رسول ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے
اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے تو ایک شخص نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ' اس نے ایک
رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور اس
پر مٹی ڈالی اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے اور فرمایا۔ اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی لیکن تم سے اسلام کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔
تشریح:-

ابن عائد دو ہیں ایک قیس بن عائد اور دوسرے منذر ابن عائد۔ دونوں صحابی ہیں۔

(اشعۃ)

غالباً یہاں قیس ابن عمرو مدنی مراد ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور بصرہ میں قیام رہا۔

(مرقات)

فَلَمَّا وُضِعَ (جب جنازہ رکھا گیا) حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اس پر نماز نہ پڑھائیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

یہاں فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہ گار ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ میں نے اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا۔ برائیاں کرتے دیکھا ہے۔ حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسا کہ حضور مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض لینے سے بچیں۔

هَلْ رَأَى عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ - کیا تم نے اسے کوئی اسلامی کام کرتے دیکھا ہے؟ یہ ہے حضورؐ کی شانِ ستار العیوبی کہ حضرت عمرؓ یا کسی اور سے اس کے گناہ

دریافت نہ کئے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا ہے؟ تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی طلب کی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے۔

اے کریم تمہارے کرم کے قربان مجھ سیاہ کار بد کار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا۔

خیال رہے کہ حضورؐ کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لئے ہے جیسے قیامت میں رب تعالیٰ گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضورؐ ہر شخص کے ہر نیک و بد اعمال سے خبردار ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

حضورؐ نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا چرواہا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔

اے فروغت صبح آثارِ دھور

چشم تو بیندہ ما فی الصدور

حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ ایک رات اس نے راہِ خدا میں پہرہ دیا۔ اس طرح کہ لشکرِ اسلام تھا ہوا آ رہا تھا رات کو ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکے۔ اس اللہ کے بندے نے تمام لشکر کو سلا دیا اور خود جاگ کر پہرا دیا۔ اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ وَ حَتَّىٰ عَلَيْهِ التُّرَابُ اس پر مٹی ڈالی یعنی حضورؐ نے اس کے

تمام گناہ نظر انداز فرمادیے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز پڑھی اور قبر پر تین لپ مٹی بھی اپنے دستِ اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کہ صدقے جاؤں۔ خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کئے ہوں گے مگر ایک رات پہرہ دینے سے سارے معاف ہو چکے اور حضور کا اس پر نماز پڑھنا اور دفن فرمانا اس کے لئے رب سے بڑے درجات لینے کا ذریعہ ہے۔ بعض صحابہ اگرچہ گناہ کر لیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہاد دھو کر پاک و صاف ہو جاتے تھے۔ ثابت ہوا کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں کیونکہ گناہ کرنا اور چیز ہے۔ فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز۔

أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔ اول درجے کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ ایک رات پہرہ دینے اور میری نماز سے معاف ہو چکے۔ یہ ہے اس غیوب دان کا علم۔ صَلَّى عَلَيْكَ
سرکار نے عمرؓ سے فرمایا دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھیں گے۔ لہذا تم کسی کے گناہ بیان نہ کرنا۔ عیب پوشی سے کام لینا۔ مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کرنا۔ دیکھو ہم نے بجائے گناہ کے نیکی کی گواہی لی۔

(اشعۃ وغیرہ)

تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ یعنی ہم اور ہمارے صحابہ تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیں گے۔ مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّى عَلَيْكَ

مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ صحابہ سے پڑھواتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں کیونکہ قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ نیز فقہا فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں۔ خیال رہے حضور انورؐ کا اس شخص کا جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ سب کی سعادت و شقاوت اور جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ ورنہ حضورؐ یہ خبر کس طرف دیتے۔ یہ بے حضورؐ کا علوم خمسہ پر مطلع ہونا۔ (مرآت)

حدیث : ۱۲۸

رَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ وَثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ أَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَحَشِيَّةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَاءِ وَالغَضَبِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ شَدِيدٌ وَهُوَى مُتَّبِعٌ وَرَاعِي حَابِ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فَإِفْتَاءُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَأَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَاسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي السَّبْرَاتِ وَنَقْلُ الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ - (مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجْرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ تین چیزیں درجات بلند کرنے والی ہیں اور تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

نجات دینے والی یہ ہیں۔

۱۔ ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کا خوف

۲۔ دولت مندی اور غربت میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۳۔ خوشی اور غصہ میں عدل کا دامن نہ چھوڑنا۔

ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔

۱۔ انتہاء کی بخیلی (کنجوسی)

۲۔ ہر وہ خواہش کہ انسان اس کے پورا کرنے کے ورپے ہو جائے۔

۳۔ خود پسندی یعنی کہ اپنے جیسا کسی کو نہ دیکھنا یعنی دوسروں کو اپنے سے کمتر اور

ذلیل سمجھنا۔

درجات برہانے والی یہ ہیں۔

۱۔ سلام کا پھیلاتا۔

۲۔ ہر ایک کو کھانا کھلاتا۔

۳۔ اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

اور گناہوں کا کفارہ ہونے والی یہ ہیں۔

۱- ناپسند موسم یا حالات میں وضو مکمل کرنا جب کہ طبیعت نہ چاہتی ہو۔

۲- مساجد میں جماعت کے لئے چل کر جانا۔

۳- ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرتے رہنا۔

حدیث: ۱۴۹

رَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْطَى اللَّهُ لِأَحَدٍ خَمْسًا إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ خَمْسًا أُخْرَى لَا يُعْطِيهِ الشُّكْرُ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الزِّيَادَةَ وَلَا يُعْطِيهِ الدُّعَاءُ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْإِسْتِجَابَةَ وَلَا يُعْطِيهِ الْإِسْتِغْفَارَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْغُفْرَانَ وَلَا يُعْطِيهِ التَّوْبَةَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْقَبُولَ وَلَا يُعْطِيهِ الصَّدَقَةَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ التَّقْبِيلَ (مُنْبَهَاتِ ابْنِ حَجَرَ عَسْقلَانِي)

ترجمہ :-

نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کی توفیق اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ پانچ چیزیں تیار کر دیتا ہے۔
شکر کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کا مال زیادہ کرنا ہوتا ہے۔
دعا کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کے لئے قبولیت تیار ہوتی ہے۔

گناہوں سے معافی کی توفیق اس کو دی جاتی ہے جس کو بخش دینا ہوتا ہے۔
 اور توبہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب قبولیت سے سرفراز کرنا ہوتا ہے۔
 اور صدقہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب اس کی قبولیت کرنا ہوتی ہے۔

حدیث : ۱۵۰

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ أَوْ مَرُّ
 فَوْعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا ادِّعَاءُ الْغَيْبِ
 لَشَهِدْتُ عَلَى خَمْسٍ نَفْسٍ أَنَّهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْفَقِيرُ
 صَاحِبُ الْعِيَالِ وَالْمَرْأَةُ الرَّاضِي عَنْهَا زَوْجُهَا وَالْمُتَّصِدَّةُ
 بِمَهْرِهَا عَلَى زَوْجِهَا وَالرَّاضِي عَنْهُ أَبَوَاهُ وَالتَّائِبُ
 مِنَ الذَّنْبِ . (مُنْبَهَاتُ ابْنِ حَجْرٍ عَسْكَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت ان کی اپنی ہے یا
 انہیں کسی اور صحابی کے ذریعے پہنچی ہے۔ فرماتے ہیں کہ
 نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر غیب کے دعویٰ کا فکر نہ ہوتا تو میں

عرض حال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُحَدِّثُہٗ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

۱۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو پیرو مرشد قبلہ حضرت حافظہ محمد مطلوب الرسول صاحب
سجادہ نشین لڈ شریف علاقہ دھنی کے سفر (دورہ) پر تشریف لانے تو میں بھی موضع
تھوٹھر زیر قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ وہاں پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ حدیث
مقدسہ میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر رہا ہوں اور انکو ایک کتابی شکل میں لکھ رہا
ہوں۔ جنگی پرنٹنگ آپ نے کرنی ہے اور ایسی کتاب بنانی ہے جو مثالی ہو۔ (چونکہ
میں متوسط درجے کی پرنٹنگ کا کام کرتا ہوں) اسلئے شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا اس کام
کو کرنے کی حامی بھر لوں۔ پھر خیال آیا کہ ایک بزرگ ہستی کی فرمائش ہے۔ انکی
دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد شامل حال رہے گی، چنانچہ میں نے اس فریضہ کو پایہ
تکمیل تک پہنچانے کا اقرار کر لیا۔

کتاب کا نام ”فصل الخطاب“ رکھا گیا ہے، یعنی علماء کرام اور خطیب
حضرات و دیگر اہل شوق حضرات کیلئے ایک مشعلِ راہ ہے۔
قبلہ حضرت صاحب کی بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ ایسی کتاب
تصنیف کریں جو کہ عالم دین کیلئے زندگی میں مدد و معاون ہو چنانچہ قبلہ حضرت صاحب
نے حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا جبکہ دین اسلام کو کامل ضابطہ حیات کی حیثیت کو سمجھنے
اور اپنانے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا از بس ناگزیر ہے۔ یہ وہ چشمہ حیات

ہے جس میں سے اسلامی تعلیمات اور دینی احکام و مسائل کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا لازمی ہو گا کہ کلام الہی کا مجموعہ قوانین اور اسلامی طرز زندگی کے اصول و قواعد کا مجموعہ ہے، مگر حدیث نبویؐ اسکے اجمال کی تفصیل اور ابہام کو توضیح پیش کرتی ہے۔ خود قرآن کریم نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن حکیم کے شارح و ترجمان ہیں۔ لہذا قرآن کریم کو سمجھنے اور اپنی تفسیر پر عبور حاصل کرنے کیلئے حدیث نبویؐ کا جاننا نہایت ہی ضروری ہے۔ اسے بغیر وہی شخص بھی اپنے لئے ایک نظام زندگی مرتب نہیں کر سکتا۔ یعنی ان دونوں کا تعلق آپس میں لازم و ملزوم ہے۔

توضیحات نبویؐ و ائمہ قرآن سے الگ رکھا جانے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر شخص کلام الہی کے احکامات اور مصادر کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریگا۔ جس کے نتیجہ میں بے شمار غلط نتائج ظہور پذیر ہوں گے۔

اللہ رب العالمین کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و نور سے جس سے قرآن کریم کے اسرار و رموز آشکارا ہوتے ہیں اور دینِ مستمین کے حقائق پر واقفیت حاصل ہوتی ہے اور شریعتِ مطہرہ کی شاہراہ یوں جاگمگانے لگتی ہے کہ منزلِ حق کا مسافر زندگی کی پرخار وادیوں، کٹھن اور صبر آزما مرحلوں کو کامیابی و سلامتی سے طے کر لیتا ہے، اور اپنی منزل مقصود کو پا کر بامراد ہو جاتا ہے۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ خدا کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں کچھ لوگ حدیث نبویؐ کی حجیت سے انکار کر کے صرف قرآن کریم کو مخزنِ احکام دین قرار دے رہے ہیں۔ تاکہ وہ اس طرح دیگر دینی احکام و ارکان سے چھٹی حاصل کر لیں۔ جنکا اثبات حدیث نبویؐ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی جسکے نتیجے کے طور پر "فصل الخطاب" آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ یہ کتاب کا حصہ اول ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ تندرست و توانا رکھے تاکہ وہ اسکا دوسرا حصہ بھی اسی طرح مکمل فرمائیں۔

ایک صاحب بصیرت محقق کتاب ہذا کی فرست مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مطمئن ہو جانے گا کہ تاریخ علوم میں اصول حدیث کے علم کو جو مقام حاصل ہے وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو فلسفہ اصلاحات کے فن کے مختلف تاریخی دوار میں حاصل رہا ہے۔

اس کتاب کی تکمیل و طباعت میں مجھ ناچیز سے غیر معمولی تاخیر ضرور ہوئی ہے مگر اس میں کسی طرح کی قصداً کوتاہی کا دخل نہیں تھا بلکہ مختلف مراحل میں ٹیکنیکل رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں، جن کا مجھے پہلے سے تجربہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی میری ہر ممکن کوشش ضرور رہی کہ اسکو اس طرح مکمل کیا جائے کہ یہ ایک مثالی کتاب ثابت ہو۔ اسکا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اس کتاب کی تکمیل میں عزیزم عبد التیوم کی معاونت بھی شامل ہے۔

"گر قبول افتد زبے عزو شرف"

ملک محمد عبد القدوس
آف راولپنڈی

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ ہے
کہ در قے بود قیل و قال محمدؐ

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہ شریف
زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ لہ شریف

ادارہ ہذا ایک سواکشم (161) سال سے تشکّل علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔
شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی وغیر مقامی
طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو
وظائف بھی دئے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ
سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم فقیر حضرات کا تعاون قابلِ مہمبین ہے۔ دارالعلوم میں
آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو
ذیل ہیں :-

- ☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلسہ و جلوس
- ☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم
- ☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب :- ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہ شریف (ضلع جہلم)